

لڑکی کی پچھڑائی سی

عفت

وہ اپنے گھر چلا گیا، افسوس مت کرو
اتنا ہی اس کا ساتھ تھا، افسوس مت کرو
وہ آج تم سے دور ہے، کل باکس آئے گا
پھر جسے خدا ملانے گا، افسوس مت کرو

UrduPhoto.com



متواتر بچنے والی دور بیل اس وقت صور اسرافیل سے مشابہ تھی۔ اس غضب کی سردی میں گرم گرم کبیل چھوڑ کر ٹکنا کس قدر تکلیف دہ اور ناخوشگوار عمل تھا یہ کوئی اس وقت رازنی قادری سے پوچھتا۔ اس نے دو تین دفعہ اپنے پیروں کی طرف کبیل میں لیے احرار کو جھنجھوڑا مگر اس کو جھنجھوڑ بھی نہ ہوا۔ اور دائیں طرف لیے باہر سے آنے کی توقع رکھنا عبث تھا۔ وہ تو "جاگ" ہی جاتا تو غنیمت تھا کچا اتنی سردی میں صبح سویرے پہلی گیت تک جانا۔ وہ بڑھاتے ہوئے اٹھا۔ کبیل پر سے بچتا تھا۔ اگر معمولات میں سے ہوتا تو اور بات تھی اب جبکہ وہ رات کو بارہ بجے گھر پہنچا تھا احرار اور باہر سے باتوں میں تین بج گئے اور ابھی غنیمت بھی پوری نہیں ہوئی تھی کہ صبح کے سات بجے بیل بجنا شروع ہو گئی۔ اس نے رست وارج آنکھوں کے قریب کر کے نام دیکھا۔ پھر ان دونوں بے خبریوں کو گھور کر سلیپر پن کر گلوں پہنا اور تھکاتا ہوا باہر نکلا۔ بسم نے مزید موڈ خراب کر دیا تھا۔ دھن اس قدر دیر تھی کہ وہ بالکل دکھالی دے رہا تھا۔ اس نے دانت جھنجھ لیے۔ وہ کوئی زہ سا لپکتا تھا۔ پھر وہ بڑھتا ہوا اور بہت کم زیادتی نے اس کا دماغ کھولا دیا تھا۔ اس نے جھنجھ سے کہا: "اب کیل"۔

"السلام علیکم۔ دراجلدی ہے ایک انداز تو دے دیجئے۔"

بے خبر ہیں نہ تو میں مرغی ہوں اور نہ ہی میرا اس عہد سے رشتہ بیض ہونے کا مستقبل میں ارادہ ہے۔ وہ سخت چھلے لہجے میں بولا تو اس کی بات سمجھ کر غبر نے مشکوک نظروں سے اسے دیکھا۔ کل یہ شکل یہاں موجود نہیں تھی۔

"اور اس عہد سے کی اس بھی مت رکھے گا کہ تک آپ مرغی کاغذ کرتے ہو سکتے ہیں مرغی نہیں۔"

وہ اسے چراتے ہوئے تقریباً "بھاگنے کے انداز میں پلٹی۔ باہری اس اجنبی لڑکی کی اس قدر بے تکلفی اور بد تمیزی پر کایا کھڑا تھا۔ یکدم ہوش میں آ گیا۔

"اسٹوپ۔" وہ زوردار انداز میں گیت بند کر کے اندر کی طرف بڑھا۔ ساری نیند رفو چکر ہو گئی تھی۔ اس قدر فضول اور بد تمیزی لڑکی۔ نئے شہر کی پہلی صبح وہ بھی اس قدر بکواس۔ پھر سے پھر لگے کمرے میں پہنچ کر دماغ کو مزید گرمائی ملی۔ اس نے گلوں کی کھول کر پرے پھینکا اور دوبارہ بستر میں گھس گیا۔ اس کا دماغ عریض بند اس وقت اس ماں کے بستر کا سا نظارہ پیش کر رہا تھا۔ اس کے اوپر کے اس کے ساتھ ہی سونے کی صند بٹھائی ہوئی تھی۔ وہ کینہ توڑ نظروں سے باہر اور احرار کو دیکھتا ہوا بیل لپٹ کر دوبارہ سونے کی کوشش کرنے لگا۔

نسوانی آواز بے تکلف مگر جلت آمیز لہجہ۔ اس کا دل جھک سے اڑ گیا۔ صبح سویرے اتنی سخت سردی میں کوئی اس قدر فضول فرمائش کرے تو کیا حال ہو سکتا ہے۔ اس کی مندی ہوئی آنکھیں چرخی ہمارے کھل گئیں۔ خاصا ناگواری سے سامنے سوہوڑا نسوانی آواز۔

"کیا تم اس سے یہ؟" وہ سوہوڑے میں بولا تو وہ چلی۔

"کسٹ لگا دیا نہیں تھکتے آپ۔ جلدی سے جھنجھ لے۔" وہ جھنجھ لے چلا۔ کچھ دیر ہوئی۔

"مگر تو کھتا ہوں کہ آپ شکایتی فرمائش سے

یاد یہ روز روز مجھ سے سوکھی برید کا ناشتہ نہیں ہوتا۔" رازی نے باہر کے بنائے ہوئے ٹاشٹے کی پلیٹ پر سے کھسکا کر ناگواری سے کہا تو وہ دھب سے کرسی پر بیٹھ گیا۔

"تو یہ سننے کے میں آپ کا بھائی ہوں آپ کی ماں سے بہتر نہیں جو آپ کی اس اوار پر فکر ہوتے ہوئے جا کر رہا تھا۔" وہ طعنا بولا۔

"شاید پر اسے بہتر نہیں نصف بدتمہ۔"

احرار نے گویا باہر کی حمایت کی جگہ سے گھر کے اندر وہ رعب میں نہیں آیا۔

"تھیک سی تو کہ رہا ہوں نصف بہتر کم الا کم رہا

۱۰۔ "میں نے مسکراہٹ کے ساتھ یہ فرمایا۔
 "میں نے کہا۔" کلی ول کلی یو۔" پھر نے دانت

پہلی کے مجھے سے پہلے ہی کہہ دیا تھا۔

نے ہاتھ ختم کرتے ہوئے ارازی پر حکم جھپٹا تو وہ بدک
 گیا۔
 بھائی میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ یہ نصف بدتر تو
 تھا ہے مگر نصف بستر بننے کی نجات اس میں
 ہے۔" بابر نے اس کی بات کو مائی تو وہ دانت چاٹا ہوا
 گیا۔
 "ہاں، مجھ میں نہیں اس میں ضرور ہے۔"
 "ارازی"۔ رازی نے بھٹا کر کہا تو دونوں چپ
 ہو گئے۔ ارازی نے مسکرا کر بابر کو آنکھ ماری تو وہ بھی ہنس
 کر پائنتی طرف منوجہ ہو گیا۔
 "بھیلے"۔ بھیلش نسوانی آواز پر تینوں کی گردن
 ہٹنے سے مڑی تھی۔

"اوم۔ یار کیا ٹائم پر آئی ہیں آپ۔" بابر فوراً
 اٹھ کر اس کی طرف بڑھا۔
 "بیلدری سے ایک۔" وہ آواز دھڑکتے ہوئے ساراٹھا اپنے
 لیا مزے دار سے بھول گیا۔ وہ آگے بڑھا۔
 "نولہ رت ہاتھوں سے ایک مزے دار سا پر اٹھا ہوا
 لایا ہے فوراً۔"
 "وہ تو میں نے انوکھ کی طرح کھائے گا کون؟" وہ
 طعنان سے بولا۔ رازی اچنبھ سے ان کی بے تکلف
 گفتگو سن اور روٹ رہا تھا۔
 "بھئی آپ کو اس سے کیا؟" اب بابر ارازی خنگی
 سے بولا تھا۔

"اگر میرے ہاتھ کا بنا پر اٹھا کھانے کا اعزاز" یہ
 صاحب "حاصل کرنا چاہتے ہیں تو آئی ایم سوری۔"
 اس نے رازی کی طرف اشارہ کر دیا تو بے صاف کوئی
 شخص اٹھن مظاہرہ کیا تو وہ تپ سا گیا۔
 "نیر۔" وہ دونوں احتجاجاً بول اٹھے تھے۔
 "ہاں۔۔۔ اپنا دفعہ بھول گئے انہوں نے کیا کیا
 تھا ایک انڈیا تو مٹنے آئی تھی ساتھ کہ وہاں
 میں نے بولا۔ "کہ چمک کر بولی تو رازی فوراً سمجھ
 گیا۔ وہ اس نے مڑا خراب کرنے
 کی ہمت نہ کی۔

"یہ تو بالکل عجیب تھا بھائی نے۔"
 "ہاں میرا بھی یہی خیال ہے کہ تو اگر لڑکی ہو
 بات ہوئی تو ہمارے علم میں ضرور ہوتی کیوں کہ
 برادر؟" ارازی بے حد معصومیت سے رازی سے
 کر رہا تھا۔ وہ دانت کچکا ہونے لگا۔ ایک دم ہی غصہ سے
 بھاٹے آن لیا تھا۔ وہ گری و خلیل کراٹھ کھڑا ہوا۔
 "اٹکے آپ۔ اور تم۔۔۔ فوراً" یہاں سے منع
 ہو جاؤ۔" اس نے ان دونوں کو خفاوش کرایا اور خبر کو
 باہر نکال دیا۔
 "کیوں جی۔۔۔ آپ دونوں کی بے وفائی ہے۔"
 جبکہ میں پچھلے دو سال سے یہاں آ رہا ہوں۔" وہ تنک
 کر بولی۔ رازی کو رتی بھر بھی شبہ نہیں تھا کہ وہ مزید
 کیوں نہ کرے گا۔

"وہ اس لیے کہ میں یہاں نہیں تھا۔ اب میں آ رہا ہوں اس لیے
 اہل تو اس گھر میں تمام فضول لوگوں کا آنا جانا بند ہے۔" بابر چمک کر بولا
 ہو جائے گا۔" وہ سرو لب سے بولا۔
 "سچ چچ۔۔۔ پھر آپ کہاں جائیں گے؟" اس نے اس کے قدر چمک
 اور بابر کو بولی۔ "مگر چچو تنک کی اکیال ہنسنا شروع سے رہنے پر مجبور کر دیا۔"
 خالی نہیں تھا اس لیے ہم جھکا لیے۔
 "دیکھئے آپ کے لیے آپ نے کیا کیا یہاں سے چلی
 جائیں ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔" رازی نے
 بھیلش کی خیر خواہی کو دیکھا۔ جی چاہ رہا تھا اس بد تمیز اور
 منہ پھٹ لڑکی کے منہ پر کم از کم ایک کھیر تو ماری
 دے۔

"آپ میرا اچھا سوچنے والے کون ہوئے ہیں؟"
 اپنا اچھا برا خود اچھی طرح جانتی ہوں اور رہ گئی آپ نے
 مجھے ہونے کی بات تو اس سے میں بھی سو فیصد متفق
 ہوں۔ تو اس کو اس قدر اطمینان سے چزاری تھی کہ
 حد نہیں۔
 "نیکے اب میں نہیں کروں گا۔" رازی
 نے انگلی اٹھا کر وارنگ دینے والے انداز میں کہا۔ اس
 کی سیاہ آنکھیں فیس سے بھری تھیں۔
 "اس مرض کی داکٹری" ادے سکا ہے اب۔

تھی۔ وہ تمسخرانہ انداز میں بولی تو اس سے
جانتے نہیں ہو پاپا۔
احراز اس سے کہو کہ چلی جائے یہاں سے۔
وہ رانت جھا کر بولا۔ احراز نے فوراً اس کے
ہاتھ جوڑ دیئے۔

جاری ہوں میں۔ وہ گویا اس کی عظیم کرنے
کی جی پھر ایک جلائے والی نظر اس پر ڈالی اور اتنا
کریہ نہ سمجھے گا کہ آپ سے دُور کے جاری ہوں۔
اس کے جانے کے بعد وہ دونوں ایک دوسرے
نے۔ کیونکہ یہ رازی کی ڈانٹ سے بچنے کا
طریقہ تھا۔ احراز نے باہر کو جھاڑنا شروع کر دیا۔

”میں صدقے داری جا رہے تھے۔ اپنے
بہت باتوں سے مزید اس پر اٹھا ہٹا کر کھلا دیا۔
جیسے اسی پر اسے کی اس میں نہ تھا۔

”اب۔“ باہر چمک کر بولا۔ ”اور وہ خبر کی ہاں میں
ہاں مار رہا تھا کہ اگر یہی مرغی ہوتے تو ہمیں پہلے
چاہئے؟“ اس کے اس قدر جذباتی انداز میں بولے کے
پھر احراز نے ہنسی چھوٹ گئی۔ مگر رازی نے اسے
سمجھا دیا۔
”کون۔“ رازی؟“ وہ غصے سے پوچھ رہا تھا۔
”یہ احراز سے ہے۔ احراز میں جواب باہر کی طرف سے۔

”کون۔؟“ وہ ہنسنے لگا۔
”مسلمان۔“ احراز مسکین سے انداز میں بولا۔
وہ کی ہنسی بے سائنہ تھی۔ جبکہ رازی مسلسل اسے
گور رہا تھا۔

”بھائی! وہ سامنے والے رہتی ہیں۔ لہذا
ان کو کھانے سے علی الاعنی ہٹا دیا جائے۔
کی فریڈ شپ ہے“ وہ چپکے سے کہتا تھا۔
”نہ لگے۔“ رازی کے انداز سے لگ رہا تھا کہ اب
وہ اس سے اس کے سوال کا جواب نہ دے گا۔
”اے۔“ احراز نے اسی میں حلیت جلی۔
”اے۔“ کو تو جانتی ہے اسے کھانے کو کون سے جان
دہانے لگا۔ وہ جانتے کہ اس میں کون سے لگا۔

انداز آگاہت آہستہ تھا۔ باہر سے جھلک انداز میں بولا۔
”وہ بھائی اگر لہاں کو آپ کے اس جھلک کے
متعلق کوئی بتا دے تو وہ اچھا خاصا سہ کر سکتی ہیں۔“
جواہر۔ وہ ابرو اچکا کر اسے گھورنے لگا۔
”میں کون بتائے گا؟“ وہ سینا گیا۔ یہ تو
گلے پڑ رہی تھی۔

”یہ احراز یہ بتا سکتا ہے۔“ اسے جلدی میں
احراز ہی ”سوچھا“ تھا۔
”اے۔؟“ میں ایسے ہی۔“ احراز تڑپ ہی تو اٹھا
تھا۔

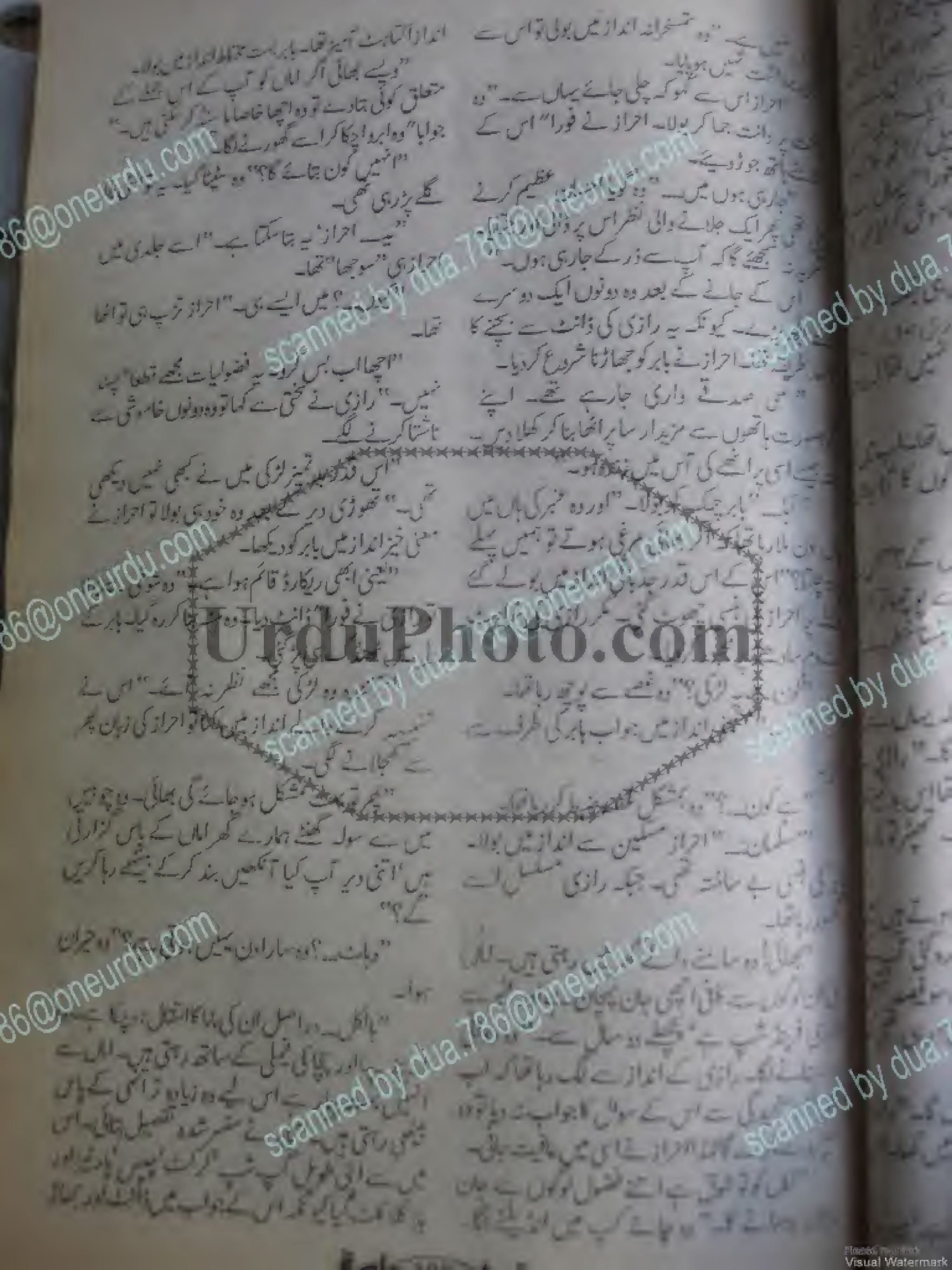
”اچھا اب بس کرو۔ یہ فصولیات مجھے تھیں۔
نہیں۔“ رازی نے سختی سے کہا تو وہ دونوں خاموشی سے
ناشتا کرنے لگے۔

”اس قدر تیز لڑکی میں نے کبھی نہیں دیکھی
تھی۔“ تھوڑی دیر کے بعد وہ خود ہی بولا تو احراز نے
معنی خیز انداز میں باہر کو دیکھا۔
”یعنی ابھی ریکارڈ قائم ہوا ہے۔“ وہ سنوئی۔

”رازی نے فوراً ڈانٹ دیا۔ وہ جھٹکا کر رہا تھا۔
”اے۔“ اس نے
”میں نے اسے انداز میں دیکھا تو احراز کی زبان پھر
کے کھانے لگی۔

”پھر یہ کھانے کی شکل ہو جائے گی بھائی۔ وہ چہ نہیں
میں سے سولہ گھنٹے ہمارے گھر لہاں کے پاس گزار لی
میں اتنی دیر آپ کیا آنکھیں بند کر کے بیٹھے رہا کریں
گے؟“

”ولانت۔؟“ وہ سارا دن۔ میں۔“ وہ حیران
ہوا۔
”باکل۔“ اصل ان کی بنا کا مشکل دیکھا ہے۔
اور پچھلی فیملی کے ساتھ رہتی ہیں۔ لہذا
اس کے لیے وہ زیادہ تر اس کے پاس
رہتی ہیں۔ اس نے سسر خاندان کی تفصیل بتائی۔ اس
میں سے اس کی طرف آپ شپ کرکٹ پیس پادشہ اور
وہ کھانے لگا۔ اس کے جواب میں اٹھ کھڑا ہوا۔



پر تلازمی تھی۔

”ہوں۔“ وہ تقیبی انداز میں بولا۔ البتہ چہرے کے ناگوار تاثرات صاف بتا رہے تھے کہ یہ باتیں اسے بالکل بھی نہیں بھائیں۔

”السلام علیکم۔“ غیر متوقع آواز پر وہ چونک گیا اور چہرہ موڑ کر دیکھا۔ وہ مسکرا کر گیٹ تھوڑا سا کھولے اندر جھانک رہی تھی۔ وہ سفید شرٹ کی آستین کمنیوں تک فولد کیے، پینٹ کے پانچے گھٹنوں تک موڑے دوبارہ گاڑی دھونے کے شغل میں مصروف ہو گیا۔ وہ پورچ میں پھیلے پانی سے بچتے بچاتے دروازے کے قریب بنی سیڑھیوں کی طرف آگئی۔ وہ کوفت زدہ سا ہو کر رہ گیا۔

”اس دفعہ تو لاہور بالکل مری بنا ہوا ہے، بس اسنو فالنگ کی کمی ہے۔“ وہ پہلی سیڑھی پر بیٹھتے ہوئے بے تکلفی سے کہنے لگی۔ وہ پیشانی پر ہلکی ہلکی شکنیں لیے گاڑی پر پائپ سے پانی ڈالنے میں مصروف تھا۔ اسے جواب دینے کی قطعاً ضرورت محسوس نہیں کی۔

”یہ گاڑی آپ کی اپنی ہے؟“ وہ یقیناً مسلسل بولنے کی عادت میں مبتلا تھی۔ وہ گہری سانس لے کر رہ گیا۔

”آپ اتنی سردی میں اسے دھو کیوں رہے ہیں؟“

وہ اتنی مستقل مزاجی کا ثبوت دے رہی تھی کہ وہ تنگ آ کر اپنی بد مزاجی کا ثبوت دے بیٹھا۔ بھنا کر اس کی طرف مزا اور جھج کر بولا۔

”اس لیے کہ میں پاگل ہوں۔“

اس کے اتنے بچے اعتراف پر اس کی آنکھیں ذرا چلیں۔ پھر وہ بڑے تاسف سے ہوئی۔

”جی جی۔ مجھے تو پہلے ہی دن فلک ہوا تھا مگر میں نے سوچا شاید مجھے غلط محسوس ہو رہا ہے۔ آئی ایم ریلی سوری۔“

اس کی اس بے مددگی پر رازی کا دل فکھوم گیا۔ اس نے پائپ ایک طرف پھینکا اور دونوں ہاتھ پسیلوں پر بٹھا

کرا سے گھورنے لگا۔

”آپ کو کوئی کام ہے کیا؟“ وہ دیکھ رہی تھی کہ وہ کمر میں اٹھتا ہے پھر پانی کی بے خوف و خطر بیٹھی تھی اور یہ بات رازی کو بہت تیار ہی تھی۔

”نہیں۔“ اس نے نفی میں سر بھی ہلایا۔

”تو پھر یہاں کیوں بیٹھی ہیں؟“ وہ غصے سے بولا۔

”ارے واہ۔“ وہ اس کی بات پر پہلے حیران ہوئی پھر ہنس دی۔

”ان سیڑھیوں پر بیٹھنے کے لیے کام کا ہونا ضروری ہے کیا؟“ اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ انداز مذاق اڑانے والا تھا۔ وہ تپ کر رہ گیا۔

”دیکھیے، میں مذاق کے موڈ میں قطعی نہیں ہوں۔ آپ براہ مہربانی اپنے گھر تشریف لے جائیں۔“ وہ گھٹنوں کے گرد بازو لپیٹے بڑی دلچسپی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

”اف اللہ۔ آپ کتنے مزے کی باتیں کرتے ہیں۔ یوں لگتا ہے جیسے اردو ادب کا کوئی کردار بول رہا ہو۔“ وہ آنکھوں میں شرارتی سی چمک لیے اس کی شستہ زبان کی تعریف کرنے لگی۔ اس کے انداز پر وہ چپ سا رہا۔ اس نے سر پر اور احرا کیا۔

”دیکھیے۔“ وہ بولنے لگا مگر وہ سہلے بول اٹھی۔

”ہاں جی۔ دیکھ رہی ہوں۔“ اس نے سر سے پاؤں تک رازی کے سرے پر نظر ڈال کر مستعدی سے کہا تو وہ گہری سانس لے کر غصہ ضبط کرتے ہوئے ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ اس کا جی چاہ رہا تھا کہ اس بد تمیز اور فضول ترس لڑکی کو اٹھا کر باہر روڈ پر پھینک دے۔

”دیکھیں میں لڑکیوں سے بے تکلف ہونا پسند نہیں کرتا۔“ وہ ناگواری سے بولا تو اس نے کھٹ سے اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔

”ہونا بھی نہیں چاہیے۔ یہ کوئی اتنی اچھی بات نہیں میں خود اس بات کی قائل ہوں۔“

”تو سب۔“ وہ استہزائیہ انداز میں اسے دیکھتے ہوئے بولا۔ ”مگر دیکھتے تو مجھے کتنے سے آپ کا

کر رہی ہیں؟
وہ حیرت سے اسے دیکھتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔
پھر بڑی سادگی سے بولی۔
”آپ شاید سمجھے نہیں۔ میں لڑکیوں کی بات
کر رہی ہوں۔“ اب بات اس کے بس سے باہر تھی۔
وہ مٹھیاں بچھ کر ایک قدم اس کی طرف بڑھا اور انہی
سے گیٹ کی طرف اشارہ کیا۔

”آپ بول کیوں نہیں رہے؟ کیا آواز ختم ہو گئی
ہے؟“ وہ بڑی معصومیت سے پوچھ رہی تھی۔ ”جواباً“
اس نے تما سحر اخلاقیات اور شرافت کو سانسڈر رکھا اور
آگے بڑھ کر اسے بازو سے پکڑ کر تقریباً ”تھپتھپتے ہوئے“
گیٹ تک لایا۔ وہ مسلسل احتجاج کر رہی تھی۔
”آئندہ اماں کی موجودگی میں آئیے گا۔“ رازی
نے اس کی باتیں ان سنی کرتے ہوئے اس کے باہر نکلتے
ہی رکھائی سے کہا اور گیٹ کھٹاک سے بند کر دیا۔

”دماغ خراب کر کے رکھ دیا ہے اس فضول لڑکی
نے۔“ وہ برسر طعنے ہوئے گاڑی پر خشک کپڑا پھیرنے
لگا۔ اس تکرار نے اس کا واقعی دماغ گھما دیا تھا۔ اب تو
اسے شک ہونے لگا تھا کہ یہ لڑکی واقعی مینٹس کیس
بے اس نے سر جھٹک کر گویا ”اے“ ”جھٹکا۔“

باہر اور احراز کے گلج سے لوٹنے پر اس نے گیٹ
کھولا تو وہ بائیک سیدھا پورچ میں لے گیا۔ احراز نیچے
اترا۔ باہر بائیک اسٹینڈ کر رہا تھا۔

”آپ نے کیا دھلائیاں شروع کر رکھی ہیں بگ
برادر؟“ احراز نے اسے تندہی سے والیر لگا کر پورچ کا
فرش خشک کرتے دیکھا تو شرارت سے بولا۔

”میں اپنے حصے کا کام کر رہا ہوں۔“ وہ اطمینان
سے بولا تو ان دونوں کے کالوں میں خطرے کی گھنٹیاں
ٹی اٹھیں۔ انہوں نے بے ساختہ ایک دوسرے کا منہ
دیکھا۔

”اپنے حصے کا؟“ احراز ہکا بکا۔
”جی ہاں کہ تم دونوں کے حصے کا کام یہاں میں ہے۔“
”اگرچہ یہ وہاں ہے۔“
”تمہارے“ نے صوفے سے سر احراز کے

کندھے پر ٹپکا۔

”میں تو برگر اور پیسی سے بچ کر نکلا ہوں۔“ اسے
گویا ان کی آواز ساری سے کوئی شفقت نہ تھا۔ بے نیازی
سے شانے اچکا کر بولا۔ احراز تڑپ اٹھا بڑے بھائی کی
بے حسی پر۔

”اور ہم؟ ہم جو قوم کے معمار ہیں ہمارا کیا
ہوگا؟؟“ آج ہمیں اچھا کھلائیں گے تو ہماری نشوونما
اچھی ہوگی، تبھی ہم تعمیر وطن میں حصہ لے سکیں
گے۔“

اس کی فضول سی تقریر پر رازی کو ہنسی آگئی۔
”اچھا معمار قوم صاحبان۔ اندر جا کر پیسی اور
برگر سے اپنی نشوونما پوری کر لو۔ لیکن۔“ وہ شجیدگی
سے بولا تو ان دونوں نے اندر بھاگنے کو برتو لے مگر اس
کی ”لیکن“ نے لرزا دیا۔ انہوں نے مسکین سی
شکلیں بنا کر اسے دیکھا۔
”بگ برادر پلیز۔“

”رات کا کھانا اچھے سے مینو کے ساتھ ملنا چاہئے
مجھے۔“ اس نے تنبیہ کی تو وہ دونوں منہ لٹکا کر اندر
چلے گئے۔ وہ سر جھٹک کر مسکرا دیا۔

وہ کبل اچھی طرح اوڑھے سورا تھا جب عجیب
سے شور سے اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے چہرہ کبل
میں سے نکالا۔ کھڑکیوں پر دبیز پردوں کی وجہ سے کمرہ
تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس نے کڑوٹ بدلی اور ہاتھ بڑھا
کر ٹیبل لیپ آن کر کے رسٹ وایچ پر ٹائم دیکھا تو شام
کے سات بج رہے تھے۔ اتنی سردی میں وہ کتنی دیر بغیر
سوئیٹر پہنے پانی سے شغل کرتا رہا تھا تو اب بدن جیسے
ٹوٹ رہا تھا۔ اس نے اٹھ کر سوئیٹر پہنا اور جوتے پہن
کر کمرے سے نکل آیا۔ پین کے دروازے پر پہنچ کر وہ
ٹھٹک گیا۔ احراز چلایا تھا۔

”اف غمیر یہ کیا کر رہی ہیں آپ؟ بھائی کو اتنی تیز
مرہیں سوٹ نہیں کرتیں۔“

”جواہر وہ بڑی شرارت سے بولی تھی۔
”تو پھر وہ وقت کیا پائے رہے ہیں؟“
”کلی کلی نہیں اتنے سوٹ سے تو ہیں“

جھلی۔ "بابر کو اختلاف ہوا۔ جواباً اس نے مضحکہ
اولیاء۔ رست زور دے کر بولی۔
"تجھی۔ میں بھی کموں ان کی زبان سے ہر وقت
شیر کیوں ٹپکتا رہتا ہے۔"
اسی وقت احراز نے بڑی سی چیخ ماری تو وہ اس کی
طرف متوجہ ہوئی۔

"بد تمیز۔ ڈھکن کیوں کھولا میں نے چاول دم پر
رکھے تھے۔" وہ ناراض ہوئی۔
"اب کوئی فائدہ نہیں۔ وہ بے چارے دم دے
گئے ہیں۔" وہ دنگی لہجے میں بولا۔
"مائے۔ کیا ہوا؟" وہ پریشان ہو کر دنگی میں
بھاگ گئی۔ "اب دیکھو نا! میرا تو اس میں کوئی قصور
نہیں تھا۔ تو اتنے پیار سے دم پر رکھ اٹھا۔ مگر تجھے تو
میتے چاہیل نا۔ ارا سی ہمدردی پا کر بکھر گئے۔" وہ اپنی
مسکرائی پیش کرتے ہوئے بولی جبکہ وہ دونوں اس کے
انداز پر ہنس رہے تھے۔

"اب یہ سوچو بگ برادر کو کیا کھانا ہے؟" احراز کو
فکر لگ گئی۔

"خیر پر ایلیم۔" وہ فریش انداز میں بولی جیسے کوئی
نئی بات ہو۔ "رات کے کھانے میں تم اور ناشتہ
میری کو پیش کر دیا جائے گا۔"

"بھائی تو م خور نہیں ہیں۔" بابر خوشی سے بولا۔
"تو بچہ لگتے کیوں ہیں؟" وہ بڑی "صومیت سے
وہی اور چاہوں کے پیچھے جھپٹی دھیمی آج بکند کردی۔

"مگر اب لڑائی والی باتیں مت کریں۔" وہ چڑکر
بولا تو اسے مزہ چلانے کے لیے ہنسنے لگی۔ "جولیا وہ
جہاں کرنا ایک ٹکٹ کرنے لگا۔ لیکن ابھی دروازے
نکھڑا کر ہی کی تھی کہ ٹوٹ ہو گیا۔ دروازے میں
رائی چنے پر بال پڑنے سے ٹٹلی پریش ڈالے کھڑا تھا اس
کے احوال سے خبر نہ لگاوری بھٹک رہی تھی۔

"بھائی۔" بابر بکھایا۔
"بھائی تم نے۔" آدم خواب "وہ مسکراتے ہوئے
کہہ رہی تھی کہ اس کے آپ بکھر گئے
تو اسے اس کے کھانے کی طرف اشارہ کیا۔

"اس کی تو عادت ہے ذرا ذرا سی بات بل پر لیتے
کی۔ آپ کے کہنے سے بھائی تو م خور تھوڑی دیر
جائیں گے" اسے دفع کریں آپ میرے سامنے کر
سکتی ہیں۔" احراز نے چونکہ رازی کو نہیں دیکھا تھا اس
لیے بڑے شاہانہ انداز میں بولا۔
"رازی۔ بھائی۔" بابر نے منحنی آواز میں گویا
احساس دلانا چاہا۔

"چپ رہو بھائی کے چیم۔ چیم۔" اس نے ہاتھ
ہلا کر کہتے ہوئے منہ اس کی طرف کیا تو "چیمپ" منہ میں
ہی رہ گیا۔ غصہ کو بہت زور سے ہنسی آئی۔
"بھائی کی محبت نے منہ میں شیرینی بھر دی ہے
اس لیے ہونٹ چپک گئے ہیں۔" وہ گویا رازی کو تسلی
دیتے ہوئے بولی تو وہ دونوں کو نظر انداز کر کے صرف
اس سے مخاطب ہوا۔

"آپ اس وقت یہاں کیا کر رہی ہیں؟"
"کھڑی ہوں۔" وہ سادگی سے بولی۔
"کیوں؟" وہ شاید اسے شرمندہ کرنے پر تلا تھا مگر
اس کا شاید موڈ نہیں تھا اس لیے بڑے اطمینان سے
بولی۔

"کیونکہ بیٹھنے کے لیے یہاں اسٹول نہیں۔"
"میں نے آپ سے کہا تھا کہ آپ ابھی آئیے گا
جب اماں موجود ہوں۔ آپ پر اثر نہیں ہوا میری بات
کا؟" وہ تنہی سے پولا۔

"ظاہر ہے۔" تجھی تو یہاں موجود ہوں۔" وہ شیلے
اچکا کر بے نیازی سے بولی۔ بابر اور احراز تو اس کی قہقہے
کی طرح چلاتی زبان کو دیکھ کر جو اس کھور ہے تھے۔
"بہت ذہین واقع ہوئی ہیں آپ۔" اس نے
کامف سے کہا تو وہ جھک کر بولی۔

"تو آپ رنج و کج کیوں ہو رہے ہیں۔ خدا کے
فضل سے بہت سے رشتے آرہے ہیں میرے اس غولی
کی وجہ سے۔" وہ سہرا بملہ اسٹے قہرے انداز میں کہا کہ
احراز اور بابر سے اپنی کسی رو کا مشکل ہو گیا۔
"آپ یہ فضول کی ذراستہ بالائی چھوڑیں تو
اپنے کھر جائیں۔" وہ ہنسنے سے ہوا اور بابر نے اس کا

حرف چنانہ اس کی پشت پر ہونے کا فائدہ اٹھا کر سب
توڑنے میں مشغول تھے۔
اور تم دونوں میرے کمرے میں آؤ۔ تم دونوں
بچہ کے ہو گئے۔
اس کے چاہنے کے بعد غیر نے اطمینان بھری
سانس لی اور انہیں بھرپور سے دیکھا۔
"یہ سب آپ کی وجہ سے ہوا ہے۔" باہر رو بانسا
ہو کر بولا۔

"آپ ایک تو میں تمہاری منتوں پر کھانا پکانے
لے لیے آئی ہوں اور پرستے تڑیاں بھی مجھے (گالی جاری
ہیں۔) یہ چمک کر بولی۔
"اچھے بھلے تعلقات جارہے تھے بگ برادر کے
ساتھ مگر آپ 'مجال' ہے جو اس 'کسٹرنی' پر قابو
پا لیں۔" حراز نے سلگ کر سیدھا اس کی زبان پر انیک
بیاؤ وہ تلملا اٹھی۔

"خدا کرے مرغا بنائیں وہ تم دونوں کو یا پھر
ٹائیس اوپر اور سرینے کو اگر وہ گھٹنے کھڑا رکھیں۔"
"وہ بھائی ہیں مداری یا جاؤ گھر نہیں۔" باہر آکر
بولا۔ اس نے منہ بتایا۔

"یار میرے خیال میں مزید دیر ہمارے حق میں
نہیں وہ ثابت ہو سکتی ہے۔ اس کے چمنا چاہئے۔"
حراز آگے پیش آنے والی ممکنہ صورت حال سے آگاہ
کرتے ہوئے بولا۔

"میں جارہی ہوں۔ ہاں۔ احسان فراموش۔"
وہ پھلتے چر چلتی باہر نکل گئی تو حراز نے حسرت
سے استاء لکھا۔

"کاش میں بھی ایسے ہی جاسکتا تم پر لعنت بھیج
کہ جو تم کیلے بگ برادر کو نہیں کرتے۔"

اس کی اس بے وقوفی اور بے تیز انداز حسرت پر باہر
نے اسے ایک شکوہ رکھنے سے گوازا اور پھر اسے
خوبصورتی کے راز کے بارے میں دیکھا۔ وہاں
اس نے ایک عجیب و غریب کی آئینہ دیکھا جس کی
تصویر اس کے کمرے کی کھلی اور کھلی حالت
کو دکھاتی تھی۔ وہاں اس نے دیکھا کہ اس کے

اس کے سر اور عجیب و غریب حالت اس کی
رہا رہے تھے۔
"میں نے تم لوگوں سے کہا تھا کہ آئندہ وہاں
اس گھر میں نہ آئے۔" وہ سخت سنجیدگی سے
"وہ بھائی کھانا۔" باہر نے منہ سے کی کہ شش کی
حراز نے گڑبڑا کر زور سے اس کے پیچھے اپنا سر رکھ کر
دبایا۔ اس نے پھر کر دونوں کو دیکھا۔
"وہ کھانا کھانے آئی تھیں۔" حراز نے پوچھا
کی پوری کوشش کی۔ اور وہاں بھی لیتا اگر اپنی نظروں
سے وہ سب نہ دیکھ چکا ہو تا تو۔
"شٹ اپ۔" وہ سختی سے بولا۔ "میں تم دونوں
بچے ہو اور نہ وہ اگر اماں کی موجودگی میں آئے تو اور بات
ہے لیکن اس طرح صرف ہماری موجودگی میں اس کا
منہ اٹھا کر چلے آنا اور بد تمیزی کرنا مجھے بالکل پسند نہیں
ہے۔"

"بھائی وہ ہماری دوست ہیں۔" باہر نے احتجاج
کیا۔
"تو میں نے کب کہا کہ یہ بری بات ہے۔ لیکن
یوں اماں کی غیر موجودگی میں اس کا یہاں آنا بھی تو
مناسب نہیں۔ وہ بھی اس صورت میں کہ محلے والوں کو
بھی علم ہے کہ یہاں صرف لڑکے ہی رہتے ہیں ایک
لڑکی کا یہاں آنا غلط ہے۔" وہ بہت محتاط الفاظ میں
انہیں سمجھا رہا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ ان دونوں کو
ہرٹ کرے یا کوئی ایسی بات کر دے جس سے وہ دوستی
جیسے سچے جذبے پر بھی شرمسار ہو جائیں۔
"بھائی! انہیں مروت پر چلنے سے ہمارے گھر آنے
کی۔ اور اب وہ کیا کریں اماں تو جانے کب آئیں گی۔"
حراز نے آٹھٹ آمیز لہجے میں کہتے ہوئے دلی اماں
کو یاد کیا جن کے بغیر مزا نہیں آ رہا تھا۔
"پر سوں آ رہی ہیں اماں۔" رازی کے لہجے پر
مسکراہٹ پھیل گئی۔
"جگ بگ برادر۔" باہر کو زبان لڑائی کی تھی
لیکن اسی کے کندھوں پر ہل رہا تھا اور وہ اپنی نصف
ہر طرف سے قریب تھا۔

اس کے سر اور عجیب و غریب حالت اس کی
رہا رہے تھے۔
"میں نے تم لوگوں سے کہا تھا کہ آئندہ وہاں
اس گھر میں نہ آئے۔" وہ سخت سنجیدگی سے
"وہ بھائی کھانا۔" باہر نے منہ سے کی کہ شش کی
حراز نے گڑبڑا کر زور سے اس کے پیچھے اپنا سر رکھ کر
دبایا۔ اس نے پھر کر دونوں کو دیکھا۔
"وہ کھانا کھانے آئی تھیں۔" حراز نے پوچھا
کی پوری کوشش کی۔ اور وہاں بھی لیتا اگر اپنی نظروں
سے وہ سب نہ دیکھ چکا ہو تا تو۔
"شٹ اپ۔" وہ سختی سے بولا۔ "میں تم دونوں
بچے ہو اور نہ وہ اگر اماں کی موجودگی میں آئے تو اور بات
ہے لیکن اس طرح صرف ہماری موجودگی میں اس کا
منہ اٹھا کر چلے آنا اور بد تمیزی کرنا مجھے بالکل پسند نہیں
ہے۔"

اس کے سر اور عجیب و غریب حالت اس کی
رہا رہے تھے۔
"میں نے تم لوگوں سے کہا تھا کہ آئندہ وہاں
اس گھر میں نہ آئے۔" وہ سخت سنجیدگی سے
"وہ بھائی کھانا۔" باہر نے منہ سے کی کہ شش کی
حراز نے گڑبڑا کر زور سے اس کے پیچھے اپنا سر رکھ کر
دبایا۔ اس نے پھر کر دونوں کو دیکھا۔
"وہ کھانا کھانے آئی تھیں۔" حراز نے پوچھا
کی پوری کوشش کی۔ اور وہاں بھی لیتا اگر اپنی نظروں
سے وہ سب نہ دیکھ چکا ہو تا تو۔
"شٹ اپ۔" وہ سختی سے بولا۔ "میں تم دونوں
بچے ہو اور نہ وہ اگر اماں کی موجودگی میں آئے تو اور بات
ہے لیکن اس طرح صرف ہماری موجودگی میں اس کا
منہ اٹھا کر چلے آنا اور بد تمیزی کرنا مجھے بالکل پسند نہیں
ہے۔"

”اسی خوشی میں کھانا کھایا جائے؟“ احرار نے خوشی سے پوچھا تو رازی نے نہ چاہتے ہوئے بھی سر ہلادیا۔

”ایمانداری سے بتاؤں گی برادر۔ یہ بریانی اور مٹن قورمہ غیر بنایا ہے۔ ہم نے سوچا آپ اتنے عرصے بعد آئے ہیں کم از کم ایک بار تو آپ کو اچھا کھانا کھلا دیں۔“ بابر نے سچے لہجے میں کہا۔ یوں بھی جیسا کھانا وہ پکا کر گئی تھی اس کی ذمہ داری لینا بہت دل گردے کا کام تھا سو اس نے پہلے ہی اپنی گردن بچالی۔ رازی نے ستائش سے اسے دیکھا۔

”یہ پہلی اور آخری بار ہے۔ اس کے بعد جیسا تم پکاؤ گے ٹھیک ہوگا۔“ رازی نے اسے تنبیہ کرتے ہوئے کہا تو وہ منہ لٹکا کر کچن کی طرف بڑھ گیا۔ وہ احرار کو لیے ٹیبل پر آگیا۔

بریانی کے چاول تھوڑے نرم پڑ گئے تھے اور قورمے میں صرف مرچیں تیز سیس ٹیسٹ اچھا تھا۔ وہ دونوں تو مزے سے کھا رہے تھے مگر رازی کو دو تین چیچ کھانے کے بعد پانی کا گھونٹ بھرنا پڑ رہا تھا۔ وہ دونوں اس کی حالت پر زیر لب مسکرا رہے تھے۔ مگر فی الحال وہ انہیں نظر انداز کیے ہوئے تھا۔

پھر وہ سارا دن سکون سے گزرا۔ وہ جانے کیوں نہیں آئی مگر ماں کے آتے ہی وہ بوتل کے جن کی طرح پھر سے نمودار ہو گئی۔ رازی نے بیزار کن انداز میں اخبار جھٹک کر منہ کے آگے پھینکا لیا۔ وہ اس کی طرف دیکھے بغیر ماں سے لپٹ گئی۔ اس کے شکوے ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔

”آپ ہمیں جانتیں آپ کے جاتے ہی خفیہ ہاتھ میرے اقدار کو ڈالواں ڈول کرنے کے چکر میں پڑ گئے تھے مگر نے بھی انہیں دن میں تارے دکھادیئے۔“ وہ ہنستے ہوئے کہا۔ بابر اور احرار کی بے ساختہ ہنسی پھوٹ گئی۔ رازی نے اخبار نیچے کر کے اسے ذرا کھور کر رکھا۔

”ایسا مطلب؟“ ماں اوتھ ہو کر اسے دیکھنے لگیں۔ تو اس نے غل رولا۔

”خیر چھوڑیں۔ مگر آپ آئندہ کبھی اسٹوڈنٹ کے لیے نہیں جائیں گی۔“ وہ بڑے لاڈ سے بولی۔

”اچھا بابا نہیں جاؤں گی۔ اب بیٹھے تو رہے۔“ انہوں نے جان چھڑائی۔ آدھے گھنٹے سے وہ انہیں کھڑا کیے لپٹی ہوئی تھی۔

”تو بیٹھیں نا۔“ اس نے انہیں کرسی پر بٹھلایا۔ اور خود احرار اور بابر کے ساتھ والی کرسی پر عین رازی کے سامنے بیٹھ گئی۔ اماں اس سے گھر والوں کی خیر خیریت پوچھنے لگیں۔

”سب بالکل ٹھیک ہیں۔“ وہ اطمینان سے بولی اور مالٹا اٹھا کر چھیلنے لگی۔ احرار اور بابر بھی اسی شغل میں مصروف تھے۔

”اماں آپ کو دوں چھیل کر؟“ اس نے اماں سے پوچھا تو وہ گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر اٹھ کھڑی ہوئیں۔

”تم لوگ کھاؤ۔ میں اب ذرا آرام کروں گی۔“ وہ اس کا سر تھیک کر اندر چلی گئیں۔

”آج تو موسم بہت خوشگوار ہے۔“ اس نے اماں کے جاتے ہی موسم کو آڑینا کر رازی پر جملہ پھینکا تو بابر نے بوکھلا کر اس کے آگے ہاتھ جوڑے مگر ادھر کہاں احساس تھا۔

”پرسوں تک تو گرج چمک ہو رہی تھی۔ بابر اس دن اولے تو نہیں پڑے تھے۔“ وہ بابر کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے شرارت سے اس روز کے واقعے کا ذکر کرتے ہوئے بولی۔ رازی تکتلا اٹھا۔ یہ لڑکی اسے مجبور کرتی تھی کہ وہ شائستگی کا لہار اتار دے۔

”کچھ بھی نہیں پڑا تھا۔“ احرار کو زیادہ دلچسپی ماٹوں سے تھی اس لیے لارو والی سے بولا۔ تو وہ منہ بنا کر ماٹنے کی پھانک منہ میں رکھنے لگی۔ پھر بھی چھین نہیں آیا تو ازی سے مخاطب ہوئی۔

”ایسا اخبار میں بہت مزے کی نواز ہیں۔“ وہ سمجھ گیا کہ اسی سے مخاطب ہے مگر وہ ان سے کر گیا۔ ویسے بھی اس کی قیمتی کی طرح چلتی ماں اس کا راز کھول دیتی تھی۔ اس لیے اس نے نظر انداز کر دیا۔

میں آپ سے کہہ رہی ہوں۔ دیکھیں اب تو
اب آگنی ہیں اب مجھ سے بات کرنے میں کیسی
شرم؟ اس نے بڑے مزے سے کہا تو وہ دونوں ہنس
پئے جبکہ وہ اس کی فضول بات پر کڑھتے ہوئے صاف
پٹنے لگے۔

”چھ۔ یہ سیا بات ہوئی۔ اتنی شرم بھی کس کام
کی۔“ اس کی برسرِ طاہٹ وہ بخولی سن چکا تھا۔ اس نے
جدا کر اخبار میز پر بیٹھ دیا اور اٹھ کر اندر کی طرف بڑھ
گیا۔ اتراز اس کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر ہنس دیا۔
”کمال ہے۔ آپ تو ذرا بھی خیال نہیں کرتیں۔
اگر بھی بگ برادر کا ہاتھ پڑ گیا تو یاد کریں گی۔“ باہر نے
اس کی تعریف کرتے ہوئے ساتھ ہی اسے ڈرایا۔ تو وہ
ہاتھ ہلا کر جیسے مکھی اڑانے لگی۔ باہر تاسف سے
سہلانے لگا۔

”مجھے لگتا ہے آپ کا برا وقت آگیا ہے۔“

”کیو مت۔“ وہ لاپرواہی سے بولی اور وہ سر اٹھا
اٹھایا۔ ”آج موسم اچھا ہے باسیکل لے کر باہر
چلیں۔“ اسے نی ہی سو جھتی تھی۔

”جی ہاں۔ بائیک لے کر باہر گئے تو پھر بھائی اندر
نیں آندیں گے۔“ اتراز طنزاً بولا۔

”سو بورنگ یار۔ پھر کیا کیا جائے؟“ اس نے مانے
کے تین حصے کر کے ایک ایک انہیں پکڑ لیا اور اپنے
ہاتھ کی چانکیں کرتے ہوئے آکٹا ہٹ آمیز لہجے میں
پوچھنے لگی۔

”پھر یہ کیا جائے کہ کیرم کھیلا جائے۔“ اتراز گیمز
بلڈ ٹیم تھا۔

”پلو۔“ وہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی ساتھ ہی منہ
دلتے باہر کو ایک بھائی پر بھی رہ گیا۔

”کالی بند کر کے لیے اترای تھا کہ لال پورج
لے آئیں۔“
”اسلام شکم لال۔“ وہ تھکے ہوئے لہجے میں
کہا۔

”تو مجھ کو یہ وہ موقع کے تہہ در تہہ

کر پٹی کو نچر کے ہاں چھوڑ دو۔“ وہ جواب دے کر دوائی
سے بولی تو وہ حیرت سے انہیں دیکھنے لگا۔
”کون سی پٹی کو بھاگ کو چھوڑ آؤں؟“
”آگنی ٹمبر کو۔“ وہ یوں بولیں جیسے اس سے مسرور

بندہ ہی دنیا میں کوئی نہ ہو۔ اس نے بمشکل ناگوار
تاثرات کو دبایا۔ بہت برے موقع پر آیا ہوں۔ اس نے
دل میں سوچا۔

”اماں! میں اتنا تھکا ہوا ہوں۔ میرے سر میں درد
ہو رہا ہے۔“ اس نے رکھائی سے کہا اور اندر بڑھنے لگا
مگر اتنی دیر میں وہ باہر نکل آئی تھی۔ وہ چلرا گیا۔ بلیک
جینز پر بلیوئی شرٹ اور جیکٹ پہنے بالوں کو بلیو اسٹارف
میں لپیٹے وہ کیس سے لڑکی نہیں لگ رہی تھی۔ وہ اسے
دیکھ کر مسکرائی مگر اس نے کوئی خاص رسپانس نہیں
دیا۔

”چلو کوئی بات نہیں یہ گاڑی ہے تمہارے پاس
وہ منٹ لگیں گے۔“ اماں پچکار کر بولیں۔ تو وہ حیرت
کے غلبے سے نکلا۔

”یہ۔۔۔ یہ پٹی ایسے تلے میں جائے گی؟“ وہ طنز
لہجے میں بولا۔ ”جی“ پر زور دیا۔

”چل اب خرے مت کر۔“ اماں کو تو اس پٹی کے
آگے کوئی نظری نہیں آتا تھا۔

”میں خرے کر رہا ہوں؟“ وہ غصے سے بولا۔ ”اور
اس کا حلیہ نہیں دیکھ رہیں آپ؟“

”کیوں کیا ہوا ہے میرے تلے کو؟“ وہ بھی بحث
میں کود پڑی تھی۔ رازی نے گھور کر اسے دیکھا۔

”تم کبھی نہیں سدھ سکتیں۔“
”آپ کو شش تو کر کے دیکھیں۔“ وہ دھیرے سے
بروز والی تو وہ سکھلا اٹھا۔

”اماں پلیز۔ ات اترایا باہر کے ساتھ بیچ
دیں۔“ وہ بمشکل غصہ ضبط کرتے ہوئے اس سے

مخاطب ہوا۔ ملاحظہ جاتا تھا کہ وہ اس وقت کانٹنٹ
ہوں گے۔

”اور میری زبان کا اہاں نہیں۔ مجھ نے کچھ
بات سے اسے کہا تھا کہ ابھی رازی اسے گا تو

پھوڑا آئے۔ گنگا نہریاں کسی کو پرواہی نہیں۔" اماں
ایک مینٹک رات آئی تھیں۔ وہ بو کھلا گیا۔
"لیکن مجھے کیا پتا انہیں کہاں جانا ہے۔" وہ اسے
دیکھ کر ناگواری سے بولا۔

"وہیے راستہ تو میں آپ کو بتا دوں گی مگر آپ اماں
کا کہنا نہیں ماننا چاہتے تو آپ کی مرضی۔" وہ جنگتی پر
تیل ڈالتے ہوئے بظاہر بڑے عام سے لہجے میں بولی
تھی۔

"پچلو گاڑی میں بیٹھو۔" اماں کے سنجیدہ سے
تاثرات دیکھ کر وہ بمشکل خود کو رضامند کر پایا۔
"تو جیسے آپ کا دل نہیں چاہ رہا تو آپ انکار
کر سکتے ہیں۔" وہ مدبرانہ انداز میں بولی۔

"شٹ اپ۔ اور جاؤ گاڑی میں مرو۔" وہ دانت
پیس کر بولا تو اماں بس تڑپ ہی اٹھیں اور وہ بھی پوری
اواکارہ تھی۔ فوراً اس نے ان کے شانے پر سر رکھ دیا
اور بڑے درود سے بتایا۔

"دیکھا اماں کیسا سلوک کرتے ہیں میرے
ساتھ؟"

"دیکھ بیٹے۔ آرام اور پیار سے لے کر جلتا ہے تو
ٹھیک ہے ورنہ میں خود رکشے میں اسے چھوڑ آؤں گی۔
زیادہ سے زیادہ لوگ یہی کہیں گے ناں کہ تین جوان
ہوتوں کے ہوتے ہوئے بڑھیا یوں رل رہی ہے۔"
اماں تو اس وقت پوری ملکہ جذبات بنی ہوئی تھیں۔
اب پیار سے اس نے کھا جانے والے انداز میں
خیر کو گھورا۔

"اب بھی اگر یہ گاڑی میں نہیں بیٹھی تو پھر اسے
پھیل ہی جاگاڑے گا۔"

اماں نے دیکھا کہ اب مزید باتوں سے کام بگڑ سکتا
ہے تو شانوں پر چھوٹی خیر کو اشارہ کیا۔ وہ مسکراتی ہوئی
گاڑی کی طرف بڑھی۔

اماں نے آرائی گنگا نہریاں پر بیٹھ کر اس کے لیے
ایک بالہ ٹھونکا تو وہ جو اس کے دروازے پر ہاتھ رکھے
گڑی مچی اور اماں کو متوجہ کیا۔
"میں تو کوک تھیں گے کہ یہ درانہ رہیں۔"

رازی سمجھ گیا کہ وہ جان بوجھ کر اس کی بدلتی
آزمائش ہے اس لیے آرام سے بولا۔
"اچھا ہے کہ لوگ سمجھیں میں تمہارا درانہ
ہوں۔ آئی ڈونٹ لائلک اس کہ سب سمجھیں میں ارشد
دار سمجھیں۔" وہ صاف اس کے ڈرنے پر تنقید کر رہا
تھا۔

"رازی بیٹا آرام سے۔ بس کو تنگ مت کرو۔"
اماں غصہ میں بولیں۔ اب وہ بیچاری تو بحث ٹالنے کو بولی
تھیں جبکہ وہ بھڑک اٹھا۔

"خبردار جو آپ نے اسے میری بسن کہا تو ہند۔
یہ میری بسن ہوتی تو منہ توڑ کر رکھ دیتا پہلی دفعہ ہی زبان
درازی کرنے پر۔"

"اسی لیے تو خدا نے مجھے آپ کی بسن نہیں بنایا۔"
وہ شکر کرتے ہوئے بولی اور پھر پچھلے دروازے کی
نقیمت جان کر کہ کھلاے اندر بیٹھ گئی۔ جبکہ اماں ان کی
لڑائی سے اکٹا کر اندر چلی گئیں۔

وہ چہرے پر ناگوار تاثرات لیے ناک کی سیدھ میں
دکھتا اسٹیرنگ گھما رہا تھا۔ اس نے بڑے انداز سے
رازی کا کاندھا تھپتھپایا۔

"پہلے پوچھیں تو سہی جانا کہاں ہے۔"
"جہنم میں۔" وہ غصے سے بولا مگر وہ متاثر نہیں
ہوئی۔

"مجھے دو اسٹاپ پہلے آنٹی نجمہ کے ہاں چھوڑ دیجئے
گا۔" وہ اس قدر پرسکون انداز میں بولی کہ وہ دانت پیس
کر رہ گیا۔

"بس یہاں سے لیفٹ پر لے لیجئے۔" وہ اچانک
چینٹی تو اس نے بو کھلا کر اسٹیرنگ واپس گھما دیا۔

"یہ کوئی طریقہ نہیں ہے۔" وہ سختی سے بولا۔
"اچھا بھلا تو طریقہ ہے آپ نے کتنی مہارت
سے لیفٹ پر لیا گاڑی کو۔" وہ بے پروائی سے بولی۔

"بس یہیں یہ گریں گیت جلد وہ لڑکا گھڑا ہے۔" اس
نے تقریباً کہہ چیل کے فاصلے سے ہی اسے نشان دہی
شروع کر دیں۔

"گلیف شیری۔" اس نے گاڑی رکتے ہی اس

لڑکے کو آواز دی۔
 ”اوہ غبر۔“ وہ لڑکا بھی اسے دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ وہ نیچے اتری تو وہ گاڑی ریورس کرنے لگا پھر کچھ خیال آیا تو رک۔ وہ اس سے پوچھنے لگا تھا کہ واپس کیسے آؤ گی کیونکہ اماں کا ڈر بہر حال اپنی جگہ تھا مگر ان کی گفتگو کاتوں میں بڑی تو وہ سوچ میں پڑ گیا۔ لڑکے کی ماں گھر میں نہیں تھی بلکہ کوئی بھی گھر میں نہیں تھا اور وہ غبر کو مشورہ دے رہا تھا کہ اندر بیٹھ کر ان کا انتظار کر لیتے ہیں۔

”اوہ شیور۔“ بلکہ یوں کرتے ہیں مودی دیکھتے ہیں بیٹھ کر۔“ وہ جوش سے بولی تو وہ جڑے بھینچ کر رہ گیا۔
 ”ایکسیکوزی۔“ اس نے بے تکان بولتی غبر کو پکارا تو وہ کھڑکی میں جھک گئی۔

”اسٹوپ۔“ وہ اس کی اس حرکت پر ناگواری سے زیر لب بڑبڑایا۔ ”پ“ بھی اگر تمہاری آنٹی گھر میں نہیں تو پلیز ذرا میرے ساتھ مارکیٹ تک چلو مجھے اماں کے لیے کچھ خریدنا ہے۔“ وہ بہت نرمی سے بولا تو وہ جیسے حیرت سے مرنے کے قریب ہو گئی۔

”میں۔؟ آپ کے ساتھ۔؟“ وہ بے یقینی سے بولی تو اس نے غصہ ضبط کرتے ہوئے فرنٹ ڈور کھول دیا۔

”اچھا شیریں میں بس تھوڑی دیر میں آتی ہوں تم مودی سلیکٹ کر کے رکھنا۔“ وہ بے جھجکت اس لڑکے سے مخاطب ہوئی مبادا وہ اپنی آفر واپس نہ لے لے۔ وہ شانے اچکا کر رہ گیا۔ وہ فرنٹ سیٹ پر آ بیٹھی۔
 رازی گاڑی کو مین روڈ پر لے آیا۔ تو وہ اشتیاق سے پوچھنے لگی۔

”کیا خریدنا ہے آپ کو اماں کے لیے؟“
 ”اماں کے لیے نہیں تمہارے لیے خریدنا ہے۔“
 وہ چپ کر رہا تو اس نے حیرت سے آنکھیں پھیل کر اسے دیکھا۔

”میرے لیے؟ کیا؟“
 ”مگر مل سکی تو تھوڑی سی عقل۔“ وہ تکی سے بولا تو اس کا سارا اشتیاق خاک میں مل گیا وہ بہت مل کر

بولی۔

”اچھا آپ تو ہیں ناں عقلند۔“
 ”تمہیں بس زبان ہی چلائی آتی ہے۔“
 سے اگر دماغ بھی چلاؤ تو بہتر ہے تمہارے سینے۔“
 برہمی سے بولا۔

”خیر۔ اب اتنا بھی دماغ نہیں چلا ہوا میرا۔“
 مضحکہ خیزی سے بولی۔

”تمہارا دماغ ہی تو چل گیا ہے۔“ اس نے خجیل سے کہا اسے افسوس ہو رہا تھا کہ زبان چلانے میں اپنی ماہر تھی کہ کسی کو اپنے سامنے نکلنے نہیں دیتی تھی مگر عقل کے معاملے میں ذرا گڑبڑ تھی۔

”کیوں۔ میں نے ایسا کیا کیا ہے؟“ وہ ناراضگی سے بولی۔

”تمہاری آنٹی گھر میں نہیں تھیں پھر بھی تم اندر جا رہی تھیں۔ وہ بھی اس صورت میں کہ وہ لڑکا گھر میں اکیلا تھا۔“ وہ چبا چبا کر بولا۔

”تو کیا ہوا؟“ شیریں سے بھی میری بڑی دوستی ہے ہم فلم دیکھ کر ٹائم پاس کرتے اپنی دیر میں آنٹی آجاتیں۔“ وہ مزے سے اسے بتانے لگی۔

”تمہیں ذرا بھی احساس نہیں کہ میں کیا سمجھا چاہ رہا ہوں۔“ وہ چڑ گیا۔

”میں کوئی بے وقوف نہیں جو آپ مجھے سمجھائیں اور نہ ہی میری آپ سے فریڈ شپ ہے۔ پتا ہے دنیا میں میرا ایک ہی دشمن ہے اور وہ آپ ہیں۔“ وہ بڑی خفگی سے بولی تو وہ گہری سانس لے کر رہ گیا۔ پھر اس نے صاف صاف بات کرنے کا فیصلہ کر لیا اس نے گاڑی گھر جانے والے راستے پر ڈال دی تھی۔

”میں تمہیں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ۔“
 بڑی روانی سے بات کرتے کرتے جھجک گیا۔ ”یعنی جیسے کہ وہ لڑکا گھر میں اکیلا تھا تو تمہیں وہاں نہیں جانا چاہیے تھا۔ ایک تو ہمارا مذہب بھی اس بات کی اہواز میں رہتا کہ لڑکا اور لڑکی تھائی میں ملیں تو سب سے پہلے ہم کسی کی حریت کے بارے میں سوچیں کہ کسی کے لیے۔“
 ”پ“ تمہاری اس سے دوستی ہے لیکن گھر والے

"نہم تن خبر کس لیے ہیں اور یوں بھی انہیں بہت شوق ہے اسی بہانے ان کی مہارت بھی دیکھ لی جائے۔" بابر نے گویا تصور میں مزہ لیا۔

"سوچ کے اچھی طرح۔" اس نے ایک دفعہ پھر گویا موقع دیا تو بابر چڑ گیا۔

"کل غبر سے پوچھ لیں گے اگر وہ مان گئیں تو پھر کوئی غدر نہیں ہو گا۔" جواباً "احراز نے شانے اچکا دیئے اسے تو پلان میں گڑ بڑ ہی نظر آرہی تھی مگر وہ جانتا تھا کہ مزید بات کرنے سے بات بگڑ بھی سکتی ہے اس لیے خاموش ہو رہا۔

بابر کا پلان تو کیا کامیاب ہوتا اس دن کے بعد وہ اوجھڑ کا رستہ ہی بھول گیا۔ اماں کو تو ہول اٹھ رہے تھے۔ بابر اور احراز الگ پریشان تھے ایک ہفتہ ہو گیا تھا۔

"کمال ہو گیا کہاں وہ میرے بغیر ایک بل نہیں رہتی تھی اور کہاں یہ کہ لاکھ مٹیں کیوں مگر ساتھ نہیں آئی۔" اماں گویا صدے کی گرفت میں تھیں۔

"میں نے خود اتنا کہا مگر نہیں آئیں کہتی ہیں تم لوگ یہاں آجایا کرو۔" احراز نے دزدیدہ نظروں سے رازی کو دیکھا جو آرام سے چائے کے سپ لے رہا تھا۔

"مجھے بھی یہی کہا انہوں نے۔" بابر منہ بسور کر بولا۔

"اب اگر وہ ہم تینوں سے خفا نہیں تو کس سے غلطی کی بنا پر وہ یہاں نہیں آ رہیں؟" احراز نے گویا اہم نکتہ اٹھایا اور حقیقت وہ رازی کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔

"پتا نہیں کیا ہو گیا معصوم کی بچی کو؟" اماں اٹھ کھڑی ہو گئیں "میں جا رہی ہوں اسے ملنے ویسے بھی شہم کو تمہاری سالگرہ بھی ہے اب تو وہ نہیں رو سکے گی ساتھ ہی اس کی چچی کو بھی دعوت دے دوں گی۔"

انہوں نے ہلے اور احراز کی طرف دیکھا۔

"اور ہمارا چٹھے ہو کر رہے گا کہ سخت ناراض ہیں۔" احراز نے منہ نہ کر لیا۔

"کیا مسئلہ ہے بھئی؟ نہیں آ رہی تو شکر کرو ہاں بھولی اماں سے تو حادہ دل کاٹ جائی تھی۔" سوال پر

سوال یوں رائے جاتی تھی جیسے کا مشکل نہ میں گولیاں برآمد ہو رہی ہوں۔ بات کرنے کی قیڑہ میں نہیں اسے بس کسی نے اصل چہرہ دکھایا ہو گا اس سے کسی کو دکھا نہیں رہی ہو گی۔" رازی کے بچے بھرے سر دیکھے بابر نے معنی خیزی سے احراز کی طرف اشارہ کیا۔

وہ بھی تفصیلی انداز میں سر ہلا کر رہ گیا جب کہ اماں کی تمام باتیں بے حد ناگوار گزریں جنہیں اسے بلی طرح جھٹک دیا۔

"یہ کیا طریقہ ہے بات کرنے کا؟ اتنی اچھی بات ہے وہ اتنی پیاری اتنی معصوم نہیں پتا نہیں کیوں اس کے پیچھے پڑ گئے ہو۔" تمہیں کیا معلوم میرا کتنا خیال رکھتی تھی وہ۔ میں بیمار ہوتی تھی تو ساری رات میرے پاس بیٹھ کر گزار دیتی تھی مگر ماتھے پر شکن نہیں آتی تھی اور تم ہو کہ جانے بوجھے بغیر الزام دھڑ رہے ہو اس معصوم پر۔ ایسے تو تم کبھی بھی نہیں تھے۔ بدتمیز لوگوں کی ہوا لگ گئی ہے تمہیں اس لیے اتنی بری زبان استعمال کر رہے ہو مگر یاد رکھو آئندہ میں اس کے لیے تمہاری زبان سے اس طرح کی کوئی بات نہ سنوں ورنہ مجھ سے برا کوئی نہ ہو گا۔"

اماں کی جوشیلی اور جذباتی مگر کڑکدار تقریر نے اسے کانوں تک سرخ کر دیا۔ ان کے آگے بولنے کی ہمت تو دادا ابا میں نہیں تھے وہ تو پھر بھی پوتا تھا۔ احراز اور بابر سے بھائی کی حالت دیکھ کر ہنسی روکنا مشکل ہو رہی تھی۔

"میں نے کچھ کہا ہو گا اسے ورنہ تو وہ اچھی بھلی تھی بس ذرا سی لفٹ کیا دے دی اپنی گاڑی میں بچی کو سہا کر رکھ دیا۔"

اماں اسے اچھی طرح لتاڑنے کے بعد غبر کو منانے کے لیے روانہ ہو گئیں۔

"بھائی واقعی اس میں حقیقت ہے کچھ ہاں بس قیافے لگا رہی تھیں؟" احراز کھنکھار کر ہنس مچا۔

کچھ میں بولا تو وہ اسے کڑے تنہا روئے دیکھنے لگا۔

"اس لڑکی کا اس کمر میں کتنا مجھے غلطی پڑے تھی۔ تم لوگ تو ہر وقت فضولیات میں مشغول رہتے

دولوں کو جو صلہ ملتا تھا۔
 "اور پھر۔۔۔" شخص کے لیے فی الحال مضبوطی۔
 اس کا اتنا گنا تھا کہ وہ دونوں سے بھاگ کر گھر سے بھاگے۔
 اسے اتنی مصروفیت رہی تھی کہ وہ کچھ سوچ ہی نہیں پایا
 کہ ان کی برتھ آئے کے لیے کیا لفٹ ہے۔
 "لیکن یہ میرا وعدہ ہے جو تم لوگ کہو گے وہی
 گفٹ دول گا۔" اس نے فوراً "ان کا مونا ٹھیک کہنے
 کے لیے وعدہ کیا۔ ان دونوں نے چمکتی آنکھوں سے
 ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"مکرنے کی نہیں ہو رہی بگ پر اور۔ اپنا پرامس یاد
 تو رکھیں گے نا؟" بابر نے بے یقینی سے پوچھا تو وہ
 مسکراتے ہوئے بڑے سکون سے انہیں دیکھنے لگا۔
 "تم لوگ چاہو تو اسٹامپ لکھ کر دینے کو تیار
 ہوں۔"

"ہرے۔" بابر نے نعرہ لگایا احراز نے اس کے
 چیلے ہاتھ پر بڑے جوش سے ہاتھ مارا تھا۔ اسے ان کی
 بے تحاشا خوشی بالکل سمجھ میں نہیں آ رہی تھی مگر وہ
 ان کی حرکتوں پر ہنس رہا تھا۔
 "بھائی اگر آپ بعد میں اپنے وعدے سے پھرے
 تو ہم آپ سے خفا ہو جائیں گے۔" احراز نے جیسے
 اسے اپنے وعدے پر نظر ثانی کرنے کا ایک اور چانس
 دیا۔

"کیا بے اعتباری ہے بھئی؟" اب کی بار اس نے
 ذرا تیوری چڑھا کر پوچھا ان کی فضول باتوں سے بچنے کا
 یہی طریقہ تھا۔
 "اوکے۔ اوکے۔ بہر حال آپ اپنا پرامس یاد
 رکھیے گا اور یہ بھی کہ گفٹ ہمیں بھی دیا جائے گا
 جب ہم کو چاہئے ہو گا۔" بابر معاملانہ انداز میں ہاتھ
 اٹھا کر کہنے لگا تو اس نے اتار کر کہا۔
 "اوکے یا۔ اس سے اچھا تھا کہ تمہارے لیے
 شخص خرید لیتا۔"

"اچھا اب آپ جا کر کپڑے بیچ کر میں مودی
 بھی ملاؤں گا۔" بابر نے اسے اٹھایا تو وہ کستی سے
 پوچھنے لگا۔
 "میرا خیال ہے کہ دھوپ جا رہی ہے اب اندر
 چلنا چاہئے اور جو کام رہ گیا ہو وہ کر لینا چاہئے۔" احراز
 جلدی سے اٹھ گیا تو بابر نے بھی اس کی تقلید کی وہ گہری
 رائس لے کر رہ گیا۔ پھر اٹھ کر اندر کی طرف بڑھا بابر
 اور احراز ٹیبل سیٹ کرنے میں مصروف تھے وہ ان کی
 خاموشی کو محسوس کر چکا تھا۔
 "واہ بھئی۔ بڑی زبردست ترمین ہو رہی ہے۔"
 اس نے ماحول کے بوجھل پن کو دور کرنے کے لیے
 قریش انداز میں کہا۔
 "ترمین تو ہو رہی ہے مگر آپ ہمارا گفٹ ریڈی
 کیسے گینے نہ ہو کہ ساری ترمین برباد ہو جائے۔" بابر
 فوراً خوش دلی سے بولا ان دونوں میں رازنی سے ہٹ
 کر بہترین غولی ہی تھی کہ وہ ہریات کو ہلکے چھلکے انداز
 میں بیٹھے تھے۔
 "کوئی نہیں۔" رازنی نے پیشانی پر ہاتھ مارا۔
 "بھائی۔" وہ دولوں احتجاجاً بیک وقت بولے
 تھے بے اختیار ہنس دیا۔
 "ہاں۔ اس وقت کوئی لڑکی آپ کو دیکھ لے۔"
 انہوں نے مسرت سے اس کے ہنسنے کو بصورت
 ہنس لیا۔
 "میرا خیال ہے کہ وہ خلیفہ سا ہو گیا۔"
 "میرا خیال ہے کہ وہ خلیفہ سا ہو گیا۔"
 "میرا خیال ہے کہ وہ خلیفہ سا ہو گیا۔"

”کیا ہے یار۔ یونہی نہیں چلے گا؟“ اس نے اپنے کپڑوں کی طرف اشارہ کیا۔
 ”ماتا کہ جناب ہر لیے میں اسرار ملتے ہیں مگر رسم ذیہ موقع اور دستور بھی کوئی۔“ ہوتے ہیں۔“
 اعزاز نے اس کی کابلی پر طنز کیا ساتھ ہی اس کی تعریف بھی کی تو اسے اچھے ہی بنی بابر نے چٹکی بھائی۔
 ”فائنٹ۔ میں ذرا اماں کو دیکھوں کہاں رہ گئیں۔“ وہ رازی کو کمرے کی طرف بھیج کر غنبر کے گھر جانے لگا مگر وہ اسی لمحے اندر داخل ہوئی تھیں۔ بابر ٹھٹھک کیا پھر فوراً ”بے اعتنائی سے چہرہ گھما کر اعزاز سے بات کرنے لگا۔

”دیکھا اماں آپ نے؟ اسی لیے میں آنہیں رہی تھی یہ لوگ ڈھنگ سے بات تک تو کرتے نہیں بندہ یہاں آکر کیا کرے۔“ وہ فوراً ”اماں کی ہمدردی حاصل کرنے کے لیے روپانسی ہو گئی۔
 ”ڈھنگ سے بات کرنے کے لیے بندے کا میسر ہونا ضروری ہوتا ہے۔“ بابر ناراضگی سے بولا تو اس نے مزید بات کرنے کی بجائے گفٹ اس کی طرف بڑھائے۔

”نئی برتھ ڈے بوتھ آف یو اگر کنفیشن نہ پکڑے ہوتے تو ہاتھ جوڑ کر معافی مانگ لیتی۔“ وہ بڑی مسکین شکل بنا کر بولی تو وہ ہنس دیے۔ اماں انہیں ہنستے دیکھ کر تسلی سے بیٹھ گئیں۔

”اچھا بھئی کیا رہ گیا باقی؟ اور کیک کدھر ہے اسے تو سیٹ کرو۔“ اس نے فوراً ”ذمے دارانہ انداز اپناتے ہوئے برلیات جاری کرنا شروع کیں بابر ساتھ ساتھ مودی جیٹا آج رہا تھا۔

وہ کپڑے بدل کر تیا تو پہلی نظر اس پر پڑی وہ بے ساختہ ٹھٹھک کر رہ گیا۔ وہ بہت محبت سے کیک پر موم جتیاں جلا رہی تھی۔ روشنی اس کے چہرے کو عجیب سا حسن بخش رہی تھی جیسے اس کے چہرے کے گرد رنگوں کا ہل سا بن گیا ہو۔ بچے لپ کے گونے کو دانتوں سے دھاتے وہ مصروف تھی۔ پھر نے بہت آہستگی اور احتیاط سے کیمو کپڑے سے جٹا کر رازی کی طرف کیا تھا۔

اعزاز کی کسی بات پر زور سے ہنسی تو رازی کی محبت ابل تھی وہ خفیف سا ہن کر سر جھٹکتے لگا بابر نے پھرتی سے اسٹائل بدلا تھا۔

اسے دیکھتے ہی غنبر نے منہ پھیر لیا حالانکہ وہ بالکل نارمل موڈ میں تھا مگر غنبر کو اسے دیکھتے ہی اس کی فضا میں باتیں یاد آ جاتی تھیں۔

بہت اچھے موڈ میں کیک کاٹا گیا۔ رازی اس دوران مودی بناتا رہا تھا بابر اور اعزاز کی تھٹھک اور حرکتیں سب کو مسلسل ہنسا رہی تھیں۔

”میں چلوں اب۔“ کافی دیر ہو گئی ہے۔“ وہ اٹھ کھڑی ہوئی تو اعزاز نے منہ بسور۔
 ”جب بھی ذرا لطف آنے لگتا ہے آپ کو دیر ہو جاتی ہے۔“

”اب آؤں گی ناں۔ ویسے بھی آج کل ذرا حالات بہتر ہی ہیں۔“ وہ کنکھیوں سے رازی کو دیکھ کر انہیں تسلی دیتے ہوئے بولی۔

”جاؤ رازی ذرا غنبر کو گھر تک چھوڑ آؤ۔“ اماں کے حکم پر وہ سٹپٹا گیا۔ میں ہی کیوں؟ وہ الجھا۔
 ”اماں اعزاز چلا جاتا ہے۔“ وہ سنجیدگی سے بولا۔
 ”میں تو بہت تھک گیا ہوں۔“ اعزاز نے فوراً ”سر اماں کی گود میں رکھ دیا۔

”اور میں سو گیا ہوں تھکن سے۔“ بابر نے اماں کا روئے سخن اپنی طرف ہوتے دیکھ کر آنکھیں موند لیں تو وہ پیر پختی بابر نکلنے لگی اماں کی تنبیہ نظروں نے رازی کو جھنجھلاتے ہوئے اٹھنے پر مجبور کر دیا۔

وہ بہت خاموشی سے اس کے ساتھ چل رہی تھی۔ اس نے گیٹ کھولا تو وہ باہر نکلتے ہوئے ذرا رکی اور ایک نظر اس کو دیکھا۔

”یوں خود پر جبر کرتے ہوئے آپ اچھے نہیں لگتے۔ آپ جاپے میں خود چلی جاؤں گی۔“ وہ سیات لمبے میں بولی تو چند لمحے وہ اسے دیکھتا رہ گیا۔ وہ لمبے جینز پر گرین لی شرٹ اور جینز کی جیکٹ میں لمبوس بھی پائوں کو گرین اسکارف میں لپیٹ رکھا تھا۔ یہ وہ طبع تھا جس میں وہ اسے کسی بھی اچھی نہیں لگتی تھی مگر آج چلنے

کیا بات ہوئی تھی کہ وہ بار بار اس پر نظریں جما کر رہ جاتا
 "مجھے خود پر جبر کرنا نہیں آتا۔" وہ مضبوطی سے
 دانتوں سے نیازی سے شانے اچکا کر آگے بڑھ گئی وہ
 لب بلیچے اس کے ساتھ چلنے لگا۔

 آج پھر رازی کے سامنے ان کی پیشی تھی۔ وہ
 دونوں تو سر جھکائے بیٹھے تھے مگر وہ متواتر بل کم چباتے
 ہوئے بے نیازی و بے پروائی کا عظیم الشان نظارہ پیش
 کر رہی تھی۔

"تم لوگوں کو اتنا بھی احساس نہیں کہ اس طرح کی
 حرکت کس طرح کے نقصان کا موجب بن سکتی ہے؟"
 وہ درشت لہجے میں ان سے مخاطب تھا۔

"واٹ؟ نقصان کا۔ کیا؟" وہ صاف اسے
 چلانے کو نہ سمجھنے والے انداز میں پوچھ رہی تھی وہ اس
 پر الٹ پڑا۔

"سٹ اپ۔ سٹ اپ۔ تمہیں تو اب
 سمجھانے کو بھی دل نہیں کرتا۔"
 "اوہ۔ تو پہلے دل کے کمنے پر سمجھاتے تھے۔" وہ
 سر ہلا کر بولی تو وہ لب بلیچ کر رہ گیا۔

"گاڑی کی چابی میرے روم میں سے کس نے
 اٹھائی تھی؟" وہ سرد لہجے میں باہر اور احراز سے پوچھنے
 لگا۔

"بھائی آپ کو ڈانٹا ہے تو ڈانٹ لیں۔ یوں اب
 پوچھنے کا کیا فائدہ؟" باہر شوز کی نوہ سے کارپٹ کریدتے
 ہوئے تھک کر بولا صاف ظاہر تھا کہ وہ بتانا نہیں چاہ رہا
 تھا۔ بمشکل خود پر قابو پاسکا۔

"میں نے اٹھائی تھی چالی؟" وہ بڑے سکون سے
 بولی تو باہر بے چارگی سے احراز کی طرف دیکھنے لگا۔
 بالائی کی کپشیاں سگڑا تھیں مگر وہ بکھر بولا نہیں۔

"میں نے کوئی؟" وہ سپات لہجے میں بولا تو باہر اور
 بالائی سے دھمکتے دھمکتے میں ہی مخالفت چلی جب کہ وہ
 بالائی بھرت انداز میں اس کے متعلق صوفے پر
 برقعان کی سہ تھوڑی دیر نظر رہا کہ ابھی وہ اٹھ کر گھر

چلی جائے گی مگر وہ یونہی بیل کے پناٹے بنا کر پھوڑتی
 بیٹھی رہی وہ آگیا کر بول ہی اٹھا۔
 "تم بھی گھر جاؤ شام پڑنے والی ہے۔"
 اس نے بڑے اطمینان سے اس کو دیکھا پھر اپنے
 مخصوص انداز میں بولی۔

"آپ کو اتنی فکر کیوں ہے؟"
 وہ بمشکل اپنے آپ کو اسے ڈانٹنے سے باز رکھ
 سکا۔ ایک تو یہ لڑکی بات اس انداز میں کرتی تھی کہ تھپڑ
 مار دینے کو جی چاہتا تھا۔

"اماں گھر میں نہیں ہیں اور دو تین ہفتوں تک ان
 کے آنے کا کوئی پروگرام نہیں ہے۔" وہ اسے اماں کے
 اسلام آباد جانے کی خبر دیتے ہوئے ذرا رکا پھر صاف
 گوئی سے بولا۔ "اور جب تک اماں نہیں آئیں تمہیں
 بھی اپنے گھر میں ٹکنا پڑے گا۔"

"اماں نہیں ہیں تو کیا ہوا؟" وہ اب بڑی دلچسپی
 سے اس کے چہرے پر نظریں نکا کر پوچھ رہی تھی وہ
 تلملا کر رہ گیا۔ مگر بڑے رसान سے بولا۔

"پھر یہ ہے کہ تمہارا یہاں آنا قطعی مناسب نہیں
 ہے۔"

"اماں نے کہا تھا کہ یہ گھر ان کے نام ہے آپ
 مجھے یہاں آنے سے بالکل نہیں روک سکتے۔" وہ بڑے
 ناز سے بولی۔

"تمہاری حرکتیں تو ایسی ہیں کہ تمہیں اٹھا کر باہر
 پھینکنے کو دل کرتا ہے۔" وہ دانت پیس کر بولا بے بسی کی
 بے بسی تھی کہ وہ مٹھیاں بھینچ کر رہ گیا۔

"ذرا سی گاڑی کیا چلا لی؟ آپ کی ہارٹ بیٹ
 ڈسٹرب ہو گئی دو چار اسکرینچر ہی تو ہیں پیسے لے لیجئے
 گا۔" وہ زیادہ دیر اپنے خوشگوار موڈ میں نہیں رہ سکی
 ناک چڑھا کر بولی۔

"کاش دو چار اسکرینچر تمہیں بھی آتے تھے۔" وہ
 بھلا کر حسرت آمیز لہجے میں بولا تو اس نے بہت
 شرارت سے اسے دیکھا۔

"اگلی دفعہ آپ کی گاڑی لے کر گئی تو یہ بھی
 دھیان رکھوں گی۔"

”اب بیک بہت ہو گئی۔“ وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

”وہ کون ہے؟“
”وہ جس کلبے اور سرد انداز میں بات کرتا تھا اور حقیقت یہی غیر عباس کی چیز تھی۔ اس سے کبھی کسی نے حکامان انداز میں بات نہیں کی تھی اس لیے رازی کی بات ماننا اسے اپنی بار اور شرمندگی کے مترادف لگتا تھا۔“

”آپ کیا ڈرتے ہیں مجھ سے؟“ وہ بڑے سکون سے بولی تو وہ جزبہ ہو کر اسے دیکھنے لگا پھر بڑے طنز سے کہنے میں بولا۔

”اسیولا“ تو اس شکل سے ڈرنا چاہئے مگر میں تساری قتل سے ڈرتا ہوں۔“

اس کی بات سمجھ میں تو کیا خاک آتی مگر وہ خوش فہمی میں ضرور مبتلا ہو گئی۔

”ایسا بھی کہتے ہیں کہ میں بہت ذہین ہوں۔“ وہ بڑے غاغر سے بتانے لگی۔ تو اس نے آگے کر رہ کر واضح دیکھنا شروع کر دی مطلب واضح تھا کہ اس کی کیا اس سننے کی فرصت نہیں ہے اور نہ ہی نام۔ پھر وہ خود ہی اٹھ کھڑی ہوئی اور جتانے والے انداز میں بولی۔
”مجھے ذرا کام ہے اس لیے جا رہی ہوں۔“

”تم اپنا کام اطمینان سے تین چار ہفتوں میں کیلیک کر سکتی ہو۔“ وہ عاجز آکر بولا اور گیٹ بند کرنے کے خیال سے اس کے پیچھے چلنے لگا۔ سیمنٹ کی دیوار پر چلتے ہوئے اس کی نظریں اس کی چال میں اٹکتے گئیں۔ وہ مارک کرے اینڈ لاسٹ کرے کیسی ٹیکنالوجی اور چڑے کی کالی جیکٹ پہنے ہوئے تھی۔ وہ سوچتے لگا شاید ایک دفعہ اس نے اسے شلو اور قبضہ اور وہ اپنے میں دیکھا تھا۔ پھر اس نے سر ہٹک کر لاٹھول کر دی تھی اسے یہاں نہیں آنا چاہئے وہ گیٹ کر اس کر گئی تو اس نے کھٹاک سے کٹمی لگالی اندر آنے تک وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اسے ہی سوچ رہا تھا۔ کمال ہے رازی کی فہمی یہ تو سدا کی چیزیں تھیں۔ اس نے خود کو لوک

کے ان دونوں کے پاس آگیا۔ یہ بات سن کر وہ

سے ایک سانسے رکھے رہے تک کہ وہ اٹھ کھڑا ہوا۔
”نورس کیلیک کر رہا تھا۔ رازی کو وہ بہت اچھے گئے اس کے ایک ہی دفعہ کہنے پر وہ اس کا کہنا مان جاتے تھے اسے بہت غر سا محسوس ہوتا تھا۔“

”بھائی! آپ نے غبر کو ڈنٹا تو نہیں؟“ احرار بہت ہچکچاتے ہوئے پوچھ رہا تھا وہ خوش دلی سے مسکرا دیا۔
”وہ کسی کی ڈانٹ کھانے والی ہے؟“ اس نے اپنا سوال کیا تو وہ مطمئن ہو گئے۔

”ویسے تم لوگ مجھ سے پوچھ کر گاڑی لے جاتے تو اور بات تھی اور سب سے فضول بات یہ کہ گاڑی غبر چلا رہی تھی۔“ اس نے ہلکے پھلکے انداز میں سمجھانا شروع کیا۔

”چی بات بتاؤں بگ برادر۔“ یار نے سر کھجا کر انٹری دی۔ ”آئیڈیا میرا تھا۔“ یہ سب کچھ سن کر خور ہیں خود کو کنگ آف ڈرائیونگ سمجھتی تھیں مگر ساری پول کھل گئی۔ ”وہ مزے سے بولا تو رازی تاسف آمیز انداز میں اسے دیکھنے لگا۔ پھر طنزاً ”گویا ہوا۔“

”شکر کرو کہ صرف گاڑی پر ہی اسکرپچر پڑی ہیں۔“

”وہ تو بھائی دوسری گاڑی کو بچاتے بچاتے۔“ احرار نے صفائی پیش کرنا چاہی تو اس نے ٹوک دیا۔
”خیر آئندہ کبھی بھی جی چاہے گاڑی ڈرائیو کرنے کو تو صاف کہو سب کچھ میں لوگوں کا تو ہے اور پھر میں سوچ رہا ہوں کہ برتھ ڈے گفٹ میں تم لوگوں کے لیے گاڑی بیسٹ رہے گی۔ ہوں۔“ اس نے تائید طلب نظروں سے انہیں دیکھا ان کے سر بیک وقت آگنی میں ملے تھے۔

”واٹ۔۔۔؟“ وہ حیران ہوا تھا۔

”بھائی! ہم لوگ ابھی سوچ رہے ہیں کہ آپ سے کیا لیں دیکھیں ناں آپ نے ہر اس کیا ہے وہ بھی سلی مرچ۔ اور ظاہر ہے ہمارے گے بھی ضرور ہو گئے۔ ایسی چیز مانگیں جس کے لیے آپ کو سوچنا پڑے۔“
”یہ تو بات سمجھنا۔ وہ ہے اختیار مسکرا کر بولا۔“

”فردوس کیسے چھوٹے ہیں؟“ بہت ”محبوبیت سے“
 پوچھا تو وہ لکھ بھرا اس نے دیکھ کر وہ گپ بھرا کہہ کر
 بولا۔

”کونسا ایریج لاٹھ۔“
 وہ بولا ”مٹی خیز نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھ
 کر ہنس دیے۔“

”میں گھر میں اکیلا ہوں۔“
 ”سوہا ہنس۔“ وہ بے پروائی سے بولا۔
 اعتماد ہے اور میں دوسروں کو بھی بہت اچھی طرح
 پہچانتی ہوں۔“

”ای بی باڈی ہو مہسہ۔“
 اس نے لاؤنج میں کھڑے ہو کر ہانک لگائی۔ باہر
 اور اندر اراکلی گئے ہوئے تھے۔ وہ مانتی تھی مگر یونہی
 بیٹھے بچائے رازی کو تنگ کرنے کو جی چاہتا تھا۔
 ”ہیلو۔“

”ہوں۔“ وہ بغور اس کے ریمانڈ انداز کو دیکھتے
 ہوئے فریج کی طرف بڑھا۔ اندر سے کچھ نکل کر گلاس
 میں اندھا بکھڑے ہوئے اس سے آکس کیوز نکالنے لگا۔
 ”آتی سردی میں چمک ڈرنک پی رہے ہیں وہ بھی
 آکس ڈال کر۔“ وہ حیران ہوئی۔

اس نے اس کے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر
 جا دیا۔ وہ اندر نہیں تھا۔ ہاتھ روم میں پانی گرنے کی
 آواز آ رہی تھی وہ مسکراتی ہوئی اطمینان سے اندر
 آئی۔

”آکس اوسکے۔“ سردی سے بچاؤ کے لیے ہے

”سسر رازی فاروقی“ اسٹون میں۔“
 اس نے سینکڑوں پتوں پر پڑی رازی کی خوب
 صورت تصویر کو منہ چڑھا کر بڑے اطمینان سے اس
 کے بندر ٹکسٹو پر لٹکائی۔ ٹیک۔ لگا کر ٹیم ور از ہو گئی اور
 سائیڈ ٹیبل پر انگریزین اٹھا کر کھڑا ہوا۔

وہ بہت کھنکھرتے ہوئے انداز میں بولتے ہوئے
 فریج بند کر کے اس کی طرف سے دیکھتے ہوئے
 سب لینے لگا۔ وہ دھیرے سے کھنکھرتا رہا۔
 ”پہلی دفعہ سنا ہے کہ کوئی ڈرنک سردی سے جی
 بچاتا ہے۔“ وہ بولا۔ ”چوڑا کر اس کے سامنے“

وہ اپنی کمرے میں ٹھکانے پر ہاتھ پیرا رہا۔
 سے نکلا تھا۔ اس نے یہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔
 نہیں سکتا تھا کہ وہ اس قدر بے وقوف اور بے
 اختیار ہو سکتی تھی۔ ایک دم اس کا پارہ پانی ہونے لگا۔
 ”تم یہاں کیا کر رہی ہو؟“ اس نے تیرے لیے میں
 پوچھا تو اس نے میگزین بنا کر اسے دکھائی۔
 اور غیبان پئے ہوئے تھا وہ مسکراتی۔

”یوں۔ تمہارے پاپا جی سے آسٹریا میں ہوتے
 تھے“ انہوں نے اپنی ڈرنک نہیں کی؟“ وہ اتنے بے
 تکلف انداز میں پوچھ رہا تھا کہ لڑک بھر کو وہ سمجھ گیا
 سیس پانی پھر سمجھی تو بھک سے اڑ گئی۔

”نیز گرین پڑھ رہی ہوں۔“ بے حد اطمینان سے
 کہا تو وہ بے حد حیران آئی۔ کیا اس لڑکی کو خود پچ اور
 دوسروں پر اتنا اعتماد ہے کہ یہ ایسا بھی نہیں
 سمجھتی؟

”یہ۔۔۔ یہ۔۔۔“ اس نے ہکھکاتے ہوئے چپکی لیا

”میں نے تم سے کہا تھا۔“
 ”سب مال گھر میں نہ ہوں“ تم یہاں نہ آنا۔“
 ”اے بی بی! کی بات کٹ کر شہر انداز میں کہا تو۔“
 ”کی باتوں سے کہہ دیا۔“

مشروب کی طرف اشارہ کیا۔
 ”سرد ممالک میں اس کے لیے گرمی نہیں ہوتی۔“
 اس کے لیے میں ہلکی سی لڑکھائیت کی طرف
 میں گھر کر چپے آئی تو وہ نکلا ہونٹ دانتوں کے
 اس کے سینہ پر وہ ہوسے جھرکا اس وقت
 ”میں نے تم سے کہا تھا۔“ وہ بولنے کے ارادے سے
 اٹھی تو اس نے کہا ”اس کا ہاتھ پڑا لیا۔“ اس نے
 طرف اور دھشت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے
 ایک ہی حرکت میں وہ بیل اس میں اتار کر لگاں پڑا۔

سکون محسوس ہو رہا تھا۔

وہ اس قدر شک میں تھی کہ حد تک سے اسے سمجھانے کو یہ طریقہ بھی استعمال کر سکتا ہے اس لیے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔ اسے اب بس تھا۔

”گھٹیا انسان۔“ اس نے تکیے میں منہ پھیرا کر اب وہ تھک گئی تھی مگر وہ سین یاد آتے تو پھر سے رو آجاتا۔

سمجھایا اس نے مجھے۔ اتنی ہی آسان شے ہوں میں کیا سوچ کر گھٹیا حرکت کی اس نے تل بیٹ ہم۔

وہ بڑے دکھ اور نفرت سے سوچ رہی تھی۔

در اصل اس نے دنیا کو ہمیشہ اپنی آنکھ سے دیکھا تھا۔ اس کے خیال میں اس کے پیلا اچھے اور باکردار تھے تو کبھی مرد باکردار ہوں گے۔ اگر پیار اور احراز غیر ہونے کے باوجود اسے احترام اور عزت سے دیکھتے تھے۔

کی نظریں حرم و ہوس سے پاک ہوں گی۔ پاس سے ایک مرد اس قدر اعتماد کرتی تھی۔ مگر کوئی رازی فاروقی

تھا۔ اسے اپنی ایک کلاس فیلو کی بات یاد آ رہی تھی۔ وہ غبر کی ساوگی اور صاف دلالت سے سمجھا رہی تھی۔

”شکر کرو غبر تم تو جا رہی تھیں۔ کسی کے عوض بیچی ہوئی ہو۔“ وہ بڑے سادہ انداز میں بند کر کے ہر ایک پر اعتماد کرتی ہوئی تھی تو سن کر ہی ڈر لگتا ہے۔

وہ اس کی بات سن کر بیساختہ تھی بلکہ اس کی کیا وہ ہر کسی کی ایسی بات سن کر ہنسی میں ڈالتی تھی۔

اور اب اس قدر ہرٹ ہوئی تھی کہ تمام سے اعتبار اٹھنے لگا تھا۔ اس نے ایک ہی جگہ میں اس کا خیال تھا کہ کیا سوچنے بچنے کا انداز بھی بدل چکا تھا۔

اور پھر وہ اس کے آنے تک نہیں آئی۔ پھر اور احراز کئی دفعہ اس کے گھر پر گئے مگر وہ کبھی نہ ہو کر رہنے جاتی۔ کتنی جگہ کھڑی ہو کر ہر گناہ رازی

کے اس فصول دارا سے اس کے دل میں وہ لاکھ بار کہہ جاتی مگر وہ کبھی نہ کہہ سکتی تھی۔

پر اچھل دیا اور اس کی طرف دیکھا۔

”مم۔ میرا۔ ہاتھ چھوڑیں۔“ وہ بوکھلائی بظاہر ڈینٹ اور گریں فل نظر آنے والے رازی فاروقی کا یہ روپ کس قدر ناقابل قبول اور خوفناک تھا۔

”تمہیں کیا۔“ فریقہ بولنے لگا۔ ”رازی؟“ وہ دہشت سے چلا اٹھی اور اپنا ہاتھ چھڑانے لگی مگر اس کی گرفت مضبوط تھی۔ خوف سے رو آنے لگا۔ ”یا اللہ۔“

”میں نے۔“ تمہیں کہا تھا نا۔ کسی کسی کو۔“ کے پاس تھا۔ ”وہ بولنے لگا اس کے بکے لیے راس کے حواس ٹھہر گئے۔

”رازی پلینز اگل ہو گئے ہیں آپ؟“ وہ چیخ رہی تھی ساری خود اعتمادی اڑ چھو ہو گئی تھی۔ اس نے بھی کسی کی جی چاہ رہا تھا کہ پلک جھپکتے میں پہاڑ سے غائب ہو جائے اس کے آنسوؤں نے تہہ پہاڑ چلی گئی۔

”کوئی بھی مرد کسی عورت کو تہہ پہاڑ سے لے کر آئے اور یہ بات تم اچھی طرح سمجھ گئی ہوگی۔“ اور بھی کتاب لہاں آگیا۔ میں تبھی ہی رہا تھا۔

وہ بڑے سکون سے اسے دیکھ کر رہ گئی اس کا لہجہ صاف پتہ چلا کہ وہ اس کا بڑا دوست تھا۔ اس کا احساس لیے روتے ہوئے وہ اسے اپنی بہت سے باتیں چھٹی ہوئی ہوئی۔

”کی بیٹ یو رازی فاروقی۔“ وہ بھانپ رہی تھی۔

”ہوں۔“ وہ سر جھٹک کر الماری کی طرف بڑھا اور شرت نکالنے لگا اب کبھی اسے حرکت کرے گی تو

بٹے ہوئے سوپے کی ضرورت اس کے بول رہی تھی۔ مگر اسے اسے واقعی خبر کے ایسے سیدھے انداز میں آ کر یوں بے لکھی کا مظاہرہ کرنے پر بہت

میں تھا۔ اس کا بڑا دوست تھا اور وہ ہاتھ روم میں سے کسی کی کتاب لے کر آیا تھا۔ یہ بات اسے بھی سمجھی جاتی تھی۔

”کئی جگہ سے مل رہی تھی کہ وہ تھا۔ اس سر پرانی کا بیٹ کر کے کے بعد اسے مل رہی تھی اور

تھا۔ شاید رازی کے کمرے میں ہی کہیں۔
 اور اماں آئیں تو انہوں نے بھی دھماکا کر دیا۔ ان
 کی بات سن کر رازی فاروقی نے شور مچا دیا۔
 اماں اس کی غصہ سے بات پکا کرنے والی تھیں۔
 ”اماں میرے لیے کیا وہی رہ گئی ہے؟“ وہ بے
 مشکل اپنی ناگواری چھپاتے ہوئے بے زار رہا۔ یہ بولا تو
 انہوں نے گھور کر اسے دیکھا۔

”میں کیا عرش سے اترے ہو؟“
 ”ہاں کوئی بھی ہو مگر وہ نہیں۔“ وہ اٹل لہجے میں
 بولا تو وہ اسے جھٹکا ڈالنے لگیں۔
 ”میں کہتی ہوں کوئی بھی نہیں ہوگی سوائے اس
 کے۔“ اور ان کی اس ساری تقریر کا آخری پتلا تھا۔
 ”میں یہاں کی انجی ہے۔“

اور اسی جملے نے رازی کو تپا کھڑکھڑایا تھا۔
 ”اب میں تو اس کی ہانڈی مٹنے سے رہا۔“
 اس کے بعد جملے نے اس کو ششدر کر دیا۔ وہ
 حیرانی کے عالم میں بولیں۔

”کیا بکواسی؟“
 ”دو دونوں ایک ہی اٹھا کر بے چاری سے بولا۔
 ”اماں! تجھے سرے سے اسکی تربیت نہیں
 رہ سکتا۔ یاد رہے بات پر سمجھانا مجھے اچھا نہیں لگتا۔“
 ”اس کی بات سن کر بے چاری سے بولیں۔

”میں اس سے شادی کرو“ سمجھانا کبھی نہیں ہو سکتا۔
 ”کیا پلین ہے۔“ وہ آکٹا ہٹ آمیز جے میں بولا تو
 جواباً ان کے خیال کا سامنا کرنا زور دے کر بول گیا۔

”اگرچہ میں نے یہ سب ”دو اپنی صفائی پیش
کئے اگرا انہوں نے موقع ہی نہیں دیا۔ اوپر سے باہر
راجہ اڑنے کو نہ دیا۔“

”بھالی آپ نے پراس کیا تھا ہماری پسند کا نصرت
نے کیا۔“ ابراہیم نے یاد دلایا تو وہ اسے گھورنے لگا۔ یہ
تو تھا نصرت نے کیا۔

”آپ نے جو بات کہہ دیے، مجھے براہ راست اور اوجھڑ کر کہنا سونپ دیا۔ یہ آپ کے الفاظ ہیں۔“

”تو پھر غمگین کو ہماری بھابی بنا دیں اس ارادے سے
گفت فار اس۔“ وہ دونوں بولے تو وہ بولے کہ یہ کیا
اپنے ہی الفاظ کی گرفت میں آ گیا تھا۔

اور اس ایک رات میں جاگ جاگ کر اس نے دل کے

رازی فاروقی۔ راز نے سرشاری سے اپنے آپ مخاطب کیا۔ پابر اور احراز قالیے خوش تھے جیسے ہر

ایکیم کی دولت انہیں مل رہی ہو۔ اماں کی نظموں
بھی وہ سمجھ کر پڑھ گیا تھا۔ اماں فوراً "عباس صاحب
کے چلے گئیں۔ احماد اور بابر مسرور تھے اور اسے

پھرتے سے باز نہیں آ رہے تھے۔ وہ بھی ان کی بات پر ہنس دیتا اور کبھی تنبیہ کی نظر میں نہ آتا۔
وہیں تو بہت خوش اور مطمئن تھیں۔

یہ کوئی کرکٹ میچج تھوڑی

جس نے وہ خفی سے یہ باتیں کہتی ہوئی رازی کے
صوفے پر بیٹھ گئیں۔ وہ بے حد سنجیدہ تھا۔

ویسے ہی بہت پسند کرتا ہے۔ بس بیٹی والے ہر
اس لیے فوراً "جواب نہیں دیا۔ صالحہ کہہ رہی
تک فوراً کرے گا۔ غصہ سے بھی رتہ رتہ ہوتا ہے۔

انہوں نے پیار سے اس کے بالوں میں

اختلاف ہوا۔ مگر اس نے کھور کرا سے دیکھا تو وہ

آپ ہی تو کہہ رہی تھیں کہ یہ مجھے نہیں ہے۔
اب مجھے والا حساب کر رہی ہیں۔ پہلے کو اور نرالا

میں خود بھرتا تھا۔

میں نے اسے سوساں سے جھٹک دیا۔ "اماں نے اسے اس کی تو احرار کی زبان میں سمجھائی ہوئے تھے۔"

ابو ابابوہ احرار کو گھور کر رہ گیا۔

رات کا کھانا بہت اچھے موڈ اور خوشگوار باتوں کے ساتھ کھایا گیا۔ وہ دونوں رازی پر چوٹ کرنے سے نہیں جوک رہے تھے۔ وہ بے ساختہ ہنس کر رہے۔ ان دونوں کی معنی خیز نظروں کو وہ نظر انداز کر رہا تھا۔

احراز باہر اور اماں ہونے کے لیے جا چکے تھے۔ وہ

ایک ڈاکو میں ٹری دیکھ کر پی وی آف کرتے ہوئے بیٹھ گیا۔ اس نے بیٹھو میں اچکا کر ایک ٹھنڈا کپڑا ڈالا۔ ایک ٹھنڈا تھا۔ وہ شانے ٹھنڈک لے رہا تھا اور ریسیور اس کے انداز میں بھاگتا تھا۔

وہ رات گھر سے پی وی کرنے کا ارادہ ہو گیا۔ اس نے گھر کو باہر سے دیکھا۔ وہ دیکھ رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ اس کے گھر کے سامنے ایک بڑا گھر تھا۔ اس نے دیکھا کہ اس کے گھر کے سامنے ایک بڑا گھر تھا۔

اس نے اماں کو دیکھا۔ اس نے دیکھا کہ اس کے گھر کے سامنے ایک بڑا گھر تھا۔ اس نے دیکھا کہ اس کے گھر کے سامنے ایک بڑا گھر تھا۔ اس نے دیکھا کہ اس کے گھر کے سامنے ایک بڑا گھر تھا۔

اس نے دیکھا کہ اس کے گھر کے سامنے ایک بڑا گھر تھا۔ اس نے دیکھا کہ اس کے گھر کے سامنے ایک بڑا گھر تھا۔ اس نے دیکھا کہ اس کے گھر کے سامنے ایک بڑا گھر تھا۔

اس نے دیکھا کہ اس کے گھر کے سامنے ایک بڑا گھر تھا۔ اس نے دیکھا کہ اس کے گھر کے سامنے ایک بڑا گھر تھا۔ اس نے دیکھا کہ اس کے گھر کے سامنے ایک بڑا گھر تھا۔

اس نے دیکھا کہ اس کے گھر کے سامنے ایک بڑا گھر تھا۔ اس نے دیکھا کہ اس کے گھر کے سامنے ایک بڑا گھر تھا۔ اس نے دیکھا کہ اس کے گھر کے سامنے ایک بڑا گھر تھا۔

میں خود بھرتا تھا۔

"یہ بات آپ اپنے گھر والوں سے بھی کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ گیند اب ان کے گھر میں ہے۔ فیصلہ تو وہی کریں گے۔" اس نے اپنے غصے پر ہنس کر کہا۔

"ایسا میری بات کو مذاق سمجھتے ہیں۔ ان کے خیال میں مجھے لوگوں کی پہچان نہیں اور آپ کو بہت شریف سمجھتے ہیں۔" وہ طنزیہ لہجہ اختیار کر کے بولی تو وہ بے ساختہ ہنس پڑا۔ اس نے فوراً یقین کر لیا کہ گھر والوں کو سبجانے میں ناکامی کے بارے میں فحاش کیا گیا ہے۔

"بہت ذہین ہیں آپ کے پاپا۔"

"آپ اپنا پروپوزل واپس لے لیں بس۔" وہ ہنسی

"ہم چیز دے کر دیکھیں نہیں لیتے۔" وہ قدرے توقف سے سکون بھرے انداز میں بولا۔

"دیکھیں یہ آپ کی بے عزتی ہے۔" اس نے پروپوزل ٹھکرار ہی ہوں۔ "وہ ناکام ہو کر اس کے سامنے

ایسے دیکھا کہ اس کے گھر کے سامنے ایک بڑا گھر تھا۔ اس نے دیکھا کہ اس کے گھر کے سامنے ایک بڑا گھر تھا۔ اس نے دیکھا کہ اس کے گھر کے سامنے ایک بڑا گھر تھا۔

"چچا۔۔۔ پھر مجھے کیا کرنا چاہیے؟" وہ معنوی پریشانی سے پوچھ رہا تھا۔ تو وہ اپنی چال گامیاب ہوتی دیکھ کر پر جوش انداز میں بولی۔

"تو تو تمہاری ٹھیک سے مگر مجھے کیا پتا اماں

میرے کہنے سے منع ہوتی ہیں یا نہیں۔ بانی داد سے تمہارے پیارے تو کہا تھا کہ وہ تم سے پوچھ کر جواب دیں

کہ پھر یہ نا انصافی کیوں؟" وہ بڑے سرسری انداز میں

کہنے لگا۔ وہ بڑے جذباتی لہجے میں بتانے لگی۔

"میں جانتی ہوں۔" وہ بے پروائی سے بولا۔

در اصل اسے جس آدمی کا اصل بات کیا ہے وہ اس طرح بھڑک رہی ہے۔

"کیا؟" وہ بولی تو بے اختیار رازی نے ہنس دیا۔

لو کے بیٹا جی۔ آپ پریشان مت ہوں جو ہوگا اچھا ہی ہوگا۔

انہوں نے گویا بحث سمیٹی اور بے چارگی سے ان کی طرف دیکھنے لگی۔

”اپنے بیٹا پر یقین ہے نا؟“ انہوں نے بڑے ہنس مکھ سے پوچھا تو اس کا سر آپوں آپ اثبات میں ہل گیا۔ ”تو بس پھر فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں وہی کام کر رہا ہوں گا جس میں تمہاری بہتری اور میری طمانیت ہو۔“ انہوں نے اسے مطمئن کرنے والے انداز میں کہا تو وہ بے دلی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ رزلٹ اسے صاف نظر آ رہا تھا۔ پاپا اس کی بحث کو محض بچپنا گردان رہے تھے۔

”ڈونٹ وری بیٹا۔“

انہوں نے اسے دھلے دھالے انداز میں دروازے کی طرف بڑھتے دیکھ کر بھارتیہ تسلی آمیز لہجے میں کہا تو وہ خاموشی سے اپنے کمرے میں چلی گئی۔ ”میں تمہیں دیکھوں گی رازی فارولی۔“

وہ نسل نسل کر رہی تھی۔

اور چچا جی کہ وہ دیکھنے کے لیے رخصت ہو کر بذات خود اس کے گھر آگئی تھی۔

”میں بہت خوش ہوں کہ مجھے اپنی نونہل دار اور سعادت مند بیٹی ملی ہے اور خوش نصیب بھی کہ اپنی بیارقی بیٹی کے توسط سے مجھے سعادت مند اور سلجھا ہوا بیٹا بھی مل گیا۔ تم بہت خوش رہو گی۔“ رخصتی کے وقت پاپا پوچھ اس قدر جذباتی ہو رہے تھے کہ وہ خود پھل کر رہ گئی اس کے احساس ہوا کہ میں دفعہ خاص نا بیٹا۔

جیسا کہ تمام سال لفظ کہہ دینے سے وہ کہیں سے کہیں جا رہی تھی۔ سنی تسلی سے اس کے گھر والے اسے دیکھ کر حوالے کر رہے تھے۔

تصویریں اور ہوائی کا سیشن کھل ہو چکا تھا۔ سولی منکر رخصت ہو چکا تھا اور ساتھ ہی عورتوں کی رخصتی بھی کھل میں آنے لگی۔ پاپا اور چچا جی اس کی ہر ایک سرسری ہونے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے زیادہ دل کر

چلے گئے جبکہ سالانہ چچی ابھی نہیں پراہمن حسین۔ ”احراز‘ بابر اب بس کرو تنگ کر رکھا ہے تم لوگوں نے بچی کو۔“

اماں بدستور بابر اور احراز کی شوخیوں پر سرزنش کر رہی تھیں۔

”ہم کوئی تنگ نہیں کر رہے جگ برادر کے متعلق سوچا جا سکتا ہے۔ صوفے پر یوں پھیل کر بیٹھے ہیں کہ بچی واقعی تنگ ہو رہی ہے۔“ احراز نے رازی کے بہت ریلیکس انداز میں تسکین دینے کی ایک پر بازو پھیلا کر بیٹھے شرارت سے چوٹ کی تو سب کے ہنسنے پر وہ شرما کر سیدھا ہو بیٹھا۔

”یہ کیا بات ہوئی جگ برادر اب تو آپ سبیل ہیں“

دریں وقت بابر فوراً بڑے بھائی کی حمایت پر اتر آیا۔ جواباً ”رازی نے ہنس کر ہاتھ جوڑ دیے۔“

”مجھے تو تم لوگ معاف ہی رکھو۔“

چلتی ہے تمہاری زبان۔

”بیٹا! ان ڈائریکٹ انٹیک نہیں کریں۔ اب یہ رازی کی پوری زندگی پر احراز نے فائدہ لے لیا۔ رازی سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

”صالحہ! ان لوگوں کو تو بس دیکھنا ہی سوچتی رہیں گی تم غم کو کمرے میں لے جاؤ۔“

اماں کے کہنے پر صالحہ چچی نے اسے بازو سے پکڑ کر کھڑا کیا۔ اس نے انہیں اس طرح دیکھا جیسے جانور قربان گاہ جاتے ہوئے دیکھتا ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ بالکل سپاٹ تاثرات لیے بیٹھی تھی۔

”اماں یہ کیا۔ اتنی جلدی؟“ بابر اور احراز نے

پوچھا۔ مگر اماں نے ان کی بے سربا باتوں پر بالکل وحیان سے جواب دیا۔ ”مے مرے قدموں سے صالحہ چچی کے ساتھ چل دی۔“

وہ کمرے میں داخل ہو کر بے حد اطمینان اور سکون اس کے مضبوط قدموں اور انداز سے جھٹک دیا تھا۔ اس نے ایک نظر سر جھکاتے بیٹھی رازی کی

کے لیے بہت محکوم کن شہزادی مسکراہٹ بھی

دیکھی۔

Please register your watermark

نہیں۔ وہ اسے بکسر نظر انداز کر کے فریج کی طرف بڑھا
تھیں میں پیپسی انڈیلی اور فریج کا دروازہ بند کر کے
ایک سیب لے کر اس کی طرف بڑھا۔ وہ اس کے
منہ پر ہنسنے لگا۔ کچھ بولا نہیں۔ وہ تین سیب پیپسی کے لئے
پراس کی طرف متوجہ ہوا۔

"جی۔ جی۔" وہ نے فانیہ نہیں ہوا اتنا انکار کرنے

رازی نے سرخ نیل پالش سے سجے ہوئے ہاتھوں سے
اس کا دودھیا ہاتھ تھام کر طنزاً کہا۔ اس نے کمری
سائیں اندر کھینچی پھر جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑایا۔

"اگر میں بیلا کو سب کچھ بتا دیتی تو۔۔۔" وہ نکلا لب

"سب کچھ۔ کیا۔؟۔۔۔" اس نے بڑی

شوخی سے گلاس لہرایا تو وہ ایک لمحہ اسے دیکھنے لگا۔
دوسرے لمحے خود بخود اس کی پلکیں جھک گئی تھیں۔ کچھ
تمانی اور کچھ اس رشتے کا خیال نوٹ کر دھیان میں آیا
تھا۔ وہ پہچانتی تھی۔ یہ وہ شوخ و شرر غبر تو
نہیں۔ لگ رہی تھی جو رستہ لگا۔ کئے رکھتی تھی۔

میں نے سوچا تھا کہ بیلا کو زبان میں لے کر

کہ آپ پیپسی پی رہے تھے۔ وہ بدقت جملہ مکمل
کئے ہوئے بول۔ وہ بہت پیپسی سے اس کے سرخ
پیشانی کی حرکت پر نظر میں جمائے ہوئے تھا۔ اس کے

انڈیا رازی کو خوشگوار لگتی ہوئی تھی۔

میں نے غصے سے منہ پر اعتبار کر کے؟

"ہاں۔" اس نے ہلکا سا سر ہلایا۔ اور پھر

جیسا کہ میں نے کہا تھا۔ وہ گھبرا کر بولی۔ جو

آدھک آپ کر رہے ہیں وہ آپ کے سر پر گھبراہٹ

پر پٹے میں بھی کر چکی ہوں۔" وہ گویا اپنی بات کو

تلا۔ رازی گلاس دیکھ کر بڑی شرارت آمیز مسکراہٹ

پیش کی طرف پلٹا تھا۔

میں نے بھی لگا ہی تھا ہو رہا ہے جتنا کہ

میں کی پیش سرگرمی کے ساتھ ساتھ
دیباک لہجہ میں رازی کا منہ لگا رہا تھا۔
"آپ نے بیلا کو کیا ہے؟" وہ نے پوچھا۔
"میں نے اس رشتے سے تو بچا دیا ہے۔" وہ نے
کہ اس دن آپ ایڈم ٹھیک ہو گئے تھے اور آپ نے
بتایا تھا کہ آپ پیپسی پی رہے ہیں۔ آریا نے آواز
سے۔ "وہ اپنی طرف سے اس کا دھیان بنانے کے لیے
جلدی سے بولی۔

"تو۔۔۔؟" وہ پیپسی سے اس کے دونوں ہاتھوں پر
اپنے ہاتھوں سے جکڑتے ہوئے اسے دیکھ کر پوچھنے لگا۔
اس نے جواب دینے کی بہت کوشش کی۔ مگر اس کی
نظروں کو مسلسل اپنے چہرے پر محسوس کر کے وہ ہولے
ہولے لرز رہی تھی۔ وہ اس کی کن فیوژن سے بہت
نہیں لائیں تھیں۔ "کیا ہے بھئی۔۔۔ نیون جینز میں

وہ اسے چھیر رہا تھا۔ اس کی شوخ جھڑپوں سے

گھبرا کر رو کھلا کر وہ کہہ اٹھی۔

"ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ کبھی کسی اور

وہ ساہوکار بھجلا کر پوری بات کہہ دیتی مگر رازی کے

باختہ قسم نے اسے اپنی بات پر غور کر کے جھینپنے

پر مجبور کر دیا۔

"میں۔۔۔ میں تمہارا محرم ہوں وہ بات میں نے

سمنے پر وہ خود جھنجھار رہا تھا۔

"ایسے سمجھاتے ہیں جیسے آپ نے سمجھائی

تھی۔" وہ خفا ہوئی۔

"تم جیسوں کے سمجھنے کے لیے یہ ضروری

ہوتا ہے۔" وہ شرر انداز میں بولا اور ساتھ ہی

ہاتھ پکڑ کر جو جھکا دیا اس سے وہ سنبھل نہیں پائی۔

میں نے سمجھنے بہت کی کھائی کرنے کی پوری

کوشش کی اور وہ نہ لگی میں ابھی وہ سب ترتیب

ہوئے والی اپنی دھڑکنوں پر غور کرتے ہوئے تھیں۔

UrduPhoto.com

086@oneurdu.com

Scanned by dua.7

086@oneurdu.com

Scanned by dua.7

Scanned by dua.7

Scanned by dua.7